ظہورِ حق

ظہورِ حق ہے جلوہ میں نبیؐ کے
سُنا ہے ہم نے یہ کل منہ سے کسی کے

خدا کا نور ہے نورِ محمدؐ
مقابل آرسی ہے آرسی کے

نبیؐ کی ہے محبت جس کے دل میں
میں صدقے ایسے دل کے ایسے جی کے

کرے جو جان و دل قربان نبیؐ پر
تو کیا کہنے ہیں اس کی زندگی کے

خود ہی پر ہو رہا ہے اپنے صدقے
نہ جانے جی میں کیا آیا کسی کے

ہر اک صورت سے دکھلاتی ہے خود کو
تصدق جائیے بے صورتی کے

وہ ساماں ساز ہے خود بے سر و ساماں
گلے مجھ کو نہیں ہیں اب کسی سے

نظر آتے ہیں سب ہستی کے جلوے
کرشمے دیکھیے اس نیستی کے

خدا تم ہیں نبی تم میں ہے خوبی
نظر میں تم بھی کیا کیا ہو کسی کے

١

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

۷۸۶ ــــ ۹۲

کنز العرفان ابو الایقان الحاج حضرت سیدی
غوثی شاہ صاحب قبلہ رح کی

چند تقاریر کے اقتباسات کا مجموعہ

1531 ROP

مواعظ غوثی رح

◉ اخذ و ترتیب ◉

مولانا غوثوی شاہ خلف خلیفہ و جانشین الحاج حضرت صحوی شاہ صاحب قبلہ رح

بہ اہتمام:
مولانا شاہ مشتاق احمد کمالی (اورنگ آباد)
مولانا شاہ توفیق احمد (الکمالیہ) حیدر آباد
مولانا شاہ سید ہدایت الحسن کمالی حیدر آباد
شاہ لطیف بھائی کچھی نظام آباد

بار اوّل: ۴۔ شوال ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۳۔ فبروری ۱۹۹۷ء
ناشر: ادارۂ النور بیت النور 845-3-16 چنچل گوڑہ حیدرآباد (الہند)

فہرست

نام کتاب: مواعظِ غوثیؒ (بارِ اوّل)

تعدادِ اشاعت: ایک ھزار (۱۰۰۰)

کتابت: بلال احمد انصاری

نام مطبع:

ناشر: ادارہ النوریت النور چنچل گوڑہ حیدر آباد

مواعظِ غوثی رح

پیشِ نظر کتاب بنام "مواعظِ غوثی" حضرت سیدی غوثی شاہ علیہ الرحمہ کے صرف اُن مواعظ کے اقتباسات کا مجموعہ ہے جن کو حضرت صحوی شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے اپنے ایک ہفتہ واری دینی اخبار "النور" میں شائع کیا تھا۔ ویسے حضرت سیدی غوثی شاہ علیہ الرحمہ کا ہر لمحۂ حیات کا ہر مکالمہ ایک پند نصیحت و ہدایت کا پیکر تھا۔ حضرت سیدی غوثی شاہ علیہ الرحمہ کے وعظ و بیان کا ڈھنگ کچھ ایسا تھا کہ بڑے بڑے عالم و فاضل بھی آپ کے اس دل نشین انداز بیان کو سننے کے لئے بذاتِ خود موجود ہوا کرتے اور آپ کے وعظ و بیان سے استفادہ کرتے چنانچہ حیدرآباد دکن کے مشہور بزرگ محدثِ دکن حضرت مولانا سید عبداللہ شاہ صاحب قبلہ رح آپ کے وعظ کی کیفیت کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں

"ایک مجلس میں حضرت اقدس غوثی شاہ صاحب قبلہ رح کے ارشادات سننے کے لئے میں خود حاضر ہوا تھا، کیا کہوں کیسی تقریر تھی۔ توحیدِ وجودی اور توحیدِ شہودی کو اس طرح آپ رح نے تفہیم فرمایا کہ وہ آپ ہی کا حصہ تھا۔ ایسے حضرات کو پیدا ہونے کے لئے زمانہ کو گردش

لگانی پڑے گی۔

اللہ اللہ، ایک اللہ والے بزرگ کا انداز ایک اللہ والے عارف کے متعلق یہ بھی بہت بڑی بات ہے۔ الحاصل حضرت غوثی شاہ علیہ الرحمہ کے مواعظ ایک ایسے ابرِ کرم کا مجموعہ ہے کہ جن قلوب کی سرزمین پر یہ برسے گا یقیناً اس کو سرسبز و شاداب بنا دے گا۔

اس کوشش کو کامیاب اور منظرِ عام پر لانے کے لیے حضرت سیدی غوثی شاہ علیہ الرحمہ کے پوتر خلفاء مولانا شاہ مشتاق احمد کمالی (اورنگ آباد) مولانا شاہ توفیق احمد الکمالیہ (حیدرآباد) اور مولانا سید شاہ ہدایت الحسن کمالی اور شاہ لطیف بھائی کچھی (نظام آباد) خلفاء حضرت سعد اللہ شاہ صاحب قبلہ رح) قابلِ مبارک باد ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو جزائے خیر دے۔ آمین۔

قارئین اس کتاب کو یعنی ان مواعظ کو بار بار مطالعہ کریں۔ انشاءاللہ آپ کا سینہ کھل جائے گا یعنی شرح صدر ہو جائے گا۔

فقط دعا گو

نبیرۂ حضرت غوثی شاہ رح

غوثوی شاہ

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ

مصنف: حضرت پیر غوثی شاہ رحؒ

ولادت: شنبہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ م یکم جولائی ۱۸۹۳ء م ۲۴ امرداد ۱۳۰۲ ف

مقام پیدائش: محلہ بیگم بازار حیدر آباد دکن

وفات: ۴ شوال ۱۳۷۳ھ شب یکشنبہ م ۶ جون ۱۹۵۴ء

م ۶ امرداد ۱۳۶۳ ف بمقام چنچل گوڑہ

مزار: مسجد کریم اللہ شاہ رحؒ واقع بیگم بازار حیدر آباد

والد ماجد: حضرت کریم اللہ شاہ رحؒ نقشبندی متوفی ۷ جمادی الاول ۱۳۳۱ھ شنبہ

اساتذہ: مولانا حمید اللہ رحؒ و مولانا انعام اللہ رحؒ

تعلیم: فقہ، حدیث اور تفسیر کی تحصیل فرمائی عربی، فارسی اور اردو ادب میں مہارت حاصل تھی. فن خطاطی سے واقف تھے. صاحب طرز ادیب اور بے لاگ نقاد تھے. خطابت و وعظ گوئی میں مقبول عام و خاص تھے. مثنوی پڑھنے کا انداز والہانہ، دل آویز اور وجد آفریں ہوتا تھا فصوص ابن عربی رحؒ اور مثنوی رومی کی شرح پر عالمانہ تجر و عبور تھا. شاعری کا ذوق

بچپن ہی سے تھا۔ عنفوانِ شباب میں داغ دہلوی مرحوم کی ادبی محفلوں میں اکثر شریک رہے۔ اپنی چند غزلیں بھی مرحوم کو سنائیں جو کلامِ عشقیہ کے تحت طیبات میں درج ہیں۔

شیخ طریقت: اپنے والدِ ماجد سے بیعت و خلافت حاصل کی جو حضرت شاہ اشرف علی صاحبؒ کے خلیفہ تھے، نسبتِ اویسیہ میں حضرت شیخ اکبرؓ سے اکتساب فرمایا۔ بعدہٗ دکن کے مشہور صوفی بزرگ حضرت کمال اللہ شاہؒ المعروف بہ مچھلی والے شاہؒ سے تمام سلاسل میں ایک ہی نشست میں بیعت اور ساتھ ہی خلافت و اجازت بھی حاصل فرمائی۔

حلقہ منتسبین: ہندوستان کے مختلف شہروں و قصبات کے علاوہ نہ صرف بعض ممالک اسلامیہ وغیرہ میں بلکہ اقطاعِ عالم میں موجود ہے۔

فرزند جانشین: مولانا صحوی شاہ صاحبؒ سجادہ نشین سلسلۂ غوثیہ کمالیہ جنہیں بہ قیام گاہ "بیت النور" (سابق) حضرت ممدوح نے اپنے وصال سے چار ماہ قبل بتاریخ ۱۰/ جنوری ۱۹۵۴ء بروز یکشنبہ شب میں خصوصی اعلان کے ذریعہ جلسۂ عام میں جس میں وابستگانِ و معتقدین کے علاوہ علماء معززین کی کثیر تعداد مدعو تھی بہ مناسبتِ تقریب ابتداءً میں کم و بیش پون گھنٹہ تقریر فرما کر جانشین نامزد فرمایا

حاضر حال موجودہ سجادہ نشین سلسلہ نبیرۂ حضرت سیدی غوثی شاہ علیہ الرحمہ

واضح یاد کہ حضرت مولانا صحوی شاہ صاحبؒ قبلہ نے اپنے عینِ حیات اعلیٰ حضرت مولانا غوثوی شاہ صاحب قبلہ مدظلہ العالی کو بموقعۂ جلسہ عید الاعیاد ۹ ربیع الاول ۱۳۹۹ ھ اپنے والدِ محترم حضرت پیر غوثی شاہ صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہٗ کا تاج (کلاہِ چہار ترک) سر پر رکھ کر دامنی گلے میں ڈال کر خلافتِ صحویہ غوثیہ کالیہ سے سرفراز فرما کر جانشینی کا اعلان فرمایا۔ چنانچہ بعد وصال حضرتِ ممدوح علیہ الرحمہ آپ مسندِ ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے۔ روزِ اول سے ہی آپ اس بات کے لئے کوشاں رہے کہ کسی طرح سلسلہ کی تعلیمات اقطاعِ عالم کے ہر گوشہ میں پہنچے اور نوعِ انسانی توحیدِ مطلق سے آشنا ہو اور دریائے رحمتِ عالم ﷺ کے فیضان سے بہرہ مند ہو۔

اعلیحضرت مدظلہ العالی شعبۂ اسلامیات کے نوع بہ نوع پہلوؤں پر گہری نظر رکھتے ہیں اور عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق حالاتِ حاضرہ کا گہرائی سے جائزہ لیتے ہیں۔ آپ نے عالمی مذاہب کانفرنس، فقہ کانفرنس، قرآن و حدیث کانفرنس اور ختمِ نبوت کانفرنس کا اہتمام کیا۔ عربی اکیڈیمی کی داغ بیل ڈالی۔ مزید برآں آپ نے نہ صرف اپنے بیباک بیانات،

بے لاگ تبصروں اور ولولہ انگیز تقاریر کے ذریعہ احقاقِ حق
کا فرض ادا کیا بلکہ مختلف النوع دینی موضوعات پر آپ کی
حقیقت پسندانہ فکرانگیز تصانیف شاہد عادل ہیں۔

الغرض فی زمانہ خصوصاً (وابستگانِ سلسلہ
کے لئے) آپ سے صحیح ربط ونسبت ایمان کی سلامتی کی
ضمانت ہے۔

قلمی اور علمی معیتِ الٰہ، نور النور (فن تصوف) کلمہ طیبہ (تشریح وتوضیح)
یادگاریں مقصدِ حیات، فلاحِ مسلم (مفید مشورے) کنز مکتوم (شرح
بحر العلوم کا منظور اردو ترجمہ)

چہارشنبہ ۴ رشوال ۱۴۱۷ھ م ۱۳ رفروری ۱۹۹۷ء

۲ د ۲ ز ۷

۷۸۶ - ۹۲ ۳

لا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ

دنیا کے اندر ایمان کے سواء روح کا علاج کہیں نہیں ہے۔ اس کے لئے دعوت قرآن لا الٰہ الّا اللہ کا پیش کرنا ہے۔ تمہارے لئے نجات ہی ہے کہ اللہ کی ذات کو قابل پرستش سمجھو اور اسی کو الٰہ بناؤ جو شخص جس چیز کو الٰہ بنا رہا ہے اپنے ذہن میں اپنے خیال میں اور اپنے منشاء میں لا سے اس کی نفی کی جا رہی ہے۔ جو جس کے زعم میں الٰہ بنا ہوا ہے اس کی نفی کی جا رہی ہے۔ الٰہ پھر ہے کون اِلاَّ استثناء کرتا ہے کہ اللہ الٰہ ہے۔ کفار بھی قائم بخود اور خالق کے معنوں میں اللہ کو تسلیم کرتے ہیں۔ اس کو ایک ماننے کے مدعی ہیں لیکن ان کا ماننا۔ ماننا ہی نہیں ہے اس لئے کہ پرستش غیر اللہ کی کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ قلب میں اس اعتبار سے تسلیم نہیں کرتے۔

الٰہ کی امتیازی فہم اور اللہ کی امتیازی فہم عموماً مسلمانوں اور اہل ظاہر علماء میں بھی نہیں پائی جاتی۔ الٰہ کے تفصیلی معنوں کی طرف توجہ نہیں کرتے (اگر کوئی کہے کہ) اللہ کو مسلم بھی مانتے ہیں اور غیر مسلم بھی مانتے ہیں۔ اب فرق صرف رسالت کا رہ گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ (ایسا نہیں ہے کہ) مسلم کے

اللہ کو ماننے اور غیر مسلم کے اللہ کو ماننے میں بہت بڑا فرق ہے۔

اللہ کے اعتبار کو اچھی طرح سمجھو، لا الٰہ الّا اللہ کے مفہوم کو سمجھیں گے تو فہم کھل جائے گا۔ اس امر کا جاننا ضروری ہے کہ خدا کا مفہوم کیا ہے۔ امتیازی سوال ہوگا۔ جب تم خالق اور قائم بخود کے معنی میں اس کو مانتے ہو تو قابل پرستش بھی اسی کو ماننا چاہیئے۔ کفار نے زبان سے تو کہا لیکن معنی میں اختلاف کیا آریہ کہتے ہیں کہ ہم صورت مورت کی پرستش نہیں کرتے لیکن تثلیث کے قائل ہیں کہ خدا اور روح اور مادہ تینوں کو قدیم مانتے ہیں جب تینوں قدیم اور برابر ہوئے تو لڑائی ہوگی اور دو رہ جائیں گے اور دو بھی برابر کی حیثیت سے نہیں رہ سکتے لہٰذا جب دونوں میں بھی لڑائی ہوگی تو صرف ایک ہی باقی رہ جائے گا۔ اسی طرح سے وہ بھی شرک میں مبتلا ہیں۔

سناتن دھرمی۔ ہر نباتات، جمادات اور حیوانات کی پرستش کرتے ہیں انسان کی بھی کرتے ہیں۔ ماں باپ، رشی، پنڈت، گیانی وغیرہ کی..... بھی کرتے ہیں۔ زیورات، سونا، چاندی وغیرہ کی۔ عناصر، سورج چاند اور ستاروں کی پرستش کرتے ہیں۔

عیسائی تثلیث کے قائل ہیں۔ یہودی انیت اور بچھڑا پرستی میں لگے ہیں۔ صابی اور پارسی آتش پرست ہیں۔ غرض اس سے تمام کائنات کی پرستش کا اعتبار ہوتا ہے۔ لا الٰہ الّا اللہ کا عجیب وسیع مفہوم ہے۔ پرستش کی

علت حاجت روائی۔ خوبی کمال یا بڑائی ہے۔ بڑائی کے اعتبار کو تقسیم کریں تو (معلوم ہو گا کہ) ہر شخص کو کسی نہ کسی چیز کی حاجت رہتی ہے۔ آریائی طریقت والے کہتے ہیں کہ روح کو اپنی حقیقت کا گیان نہیں تھا تو مخلوق یا روح تھی۔ جب گیان ہو گیا تو خدا ہوئی۔ غرض کائنات میں لوگوں نے کثرت سے الٰہ ٹھہرا لئے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ انہوں نے اپنی خواہش کو الٰہ بنایا۔ اب "لا" جو آئے گا تو سب کو تفصیلی طور پر کاٹے گا کاٹتے ہی سارا عالم نظر سے گر گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو بڑائی اور خوبی ہے وہ اس کی ذاتی نہیں ہے بلکہ اس کے خالق کی پیدا کردہ ہے۔ کلمہ کو رسمی طور پر لینا اور ہے اور سمجھ کر لینا اور ہے

خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں (اقبالؔ)

کیا بات کہی ہے جب دل میں وسعت فہم آئی اور مصداق یا مذکور ہاتھ آیا تو نگاہ اور فہم ایک ہو گئی۔ عامۃ المسلمین۔ الٰہ کا اطلاق عموماً لات، منات عزیٰ، ہبل، سورج اور چاند وغیرہ پر کرتے ہیں۔ خلقت پرستی کا اعتبار ان میں نہیں آتا۔ کلمہ ایک الٰہ کو اس طرح پیش کر رہا ہے کہ ساری کائنات اس کے مقابل لائیں تو ہیچ ہے۔ اس طرح کلمہ علم اور نظر کو ملانے والا ہوا۔ لا الٰہ کی نظر ڈالیں گے تو نظر و شہود کے رتبے میں آئیں گے۔ خلق سے

الہٰ کی نفی کرنے میں مفرد اللہ کے الہٰ ہونے کا اثبات ہوگا۔ آریہ کی طریقت میں روح جو خدا بن جاتی ہے تو وہ نظر ہماری شریعت میں کٹ جاتی ہے۔

مومن جب رب کے تعلق کو جانا تو ولی ہوا۔ وہ مانند نبیوں کے ہوتا ہے مگر نبی کا رتبہ نہیں پاتا ہے لیکن نبی کی فضیلت پاتا ہے۔

الوہیت کے چاروں اعتبارات ذات، صفات، افعال، آثار کا چھین لینا تحقیقِ کلمہ میں داخل ہے تسلیم کلمہ سے مسلم بنتا ہے اور تصدیق سے مومن (تصدیق سے مراد منطقی تصدیق نہیں جس کا خارج میں وجود نہیں بلکہ واقعی تصدیق ہے) تحقیق سے مومن بنے گا تحقیق سے موحد ہو جائیگا موحد ہو جائے گا تو مقرب الٰہی ہوگا اور وہ مقربین وصدیقین میں سے ہو جائے گا۔

انسان بندہ ہے اس میں جسم دل اور روح ہے۔ یہ کیا ہیں. خدا کیا ہے، بندہ کیا ہے، رہتے کہاں ہیں یہ محققین سے تحقیق طلب امور ہیں۔ اس کے بغیر ایمان اور توحید ناقص رہتے ہیں۔

عرفان کا رواج کم ہے زیادہ تر ذکر و شغل کا رواج ہے۔ ذکر و شغل اچھی چیز ہے لیکن اوپر جانے کے لحاظ سے اور مدارج باقی ہیں۔

س:۔ الوہیت کے اعتبارات خلق سے چھین لینے کے بعد خلق کیا ہو جاتی ہے

ج:۔ معدوم ہوتی ہے محقق بالکلیہ معدوم ہونے نہیں دے گا۔ اس لئے کہ

الوہیت کو چھین لینے سے الوہیت تو چلی گئی لیکن شئے کی نفی ہو رہی ہے
شئے کی نفی نہیں ہونی چاہیئے لیکن تحقیق میں نفی ہو رہی ہے، معدوم ہو رہی ہے۔
حقیقت کے لحاظ سے کیا معلوم ہو رہا ہے۔ لاشئی ہو رہا ہے۔ جو چیز لاشئے
ہو رہی ہے اس کا حق میں مصداق ہے یا نہیں اگر مصداق نہیں ہے تو خلق
کی نفی ہو جائے گی۔ خلق کی نفی خالق کی نفی ہے۔ جواب یہ ہے کہ شئے لا
شئے ہو کر لاشئے نہیں ہوتی اس میں اعتبار لاشئے ہوتے کا بھی شئے ہونے
کا ہے وہ معلومیت کا اعتبار ہے جو شئے معلوم ہے وہ باعتبار خارج معدوم
ہے۔ لاشئے اپنی تخلیق کے اعتبار سے لاشئے ہے۔ اصطلاح میں معدوم کہا
جاتا ہے۔

معلوم ہونے کا ثبوت وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔ جو شئے مخلوق ہے
وہ معلوم ہے۔ معلومیت پہلے کی چیز ہے اور مخلوقیت بعد کی چیز ہے۔
معلوم علم عالم میں قبل تخلیق رہتا ہے اس لئے وہ لاشئے ہوتا ہے حقائق
کے لحاظ سے وہ شئے ہوتا ہے

اللہ کے اعتبار کو اچھی طرح سمجھو لا اِلٰہ اِلّا اللہ کے مفہوم
کو سمجھو گے تو فہم کھل جائے گی۔ اس امر کا جاننا ضروری ہے
کہ خدا کا مفہوم کیا ہے۔

حقائق الاشیاء ثابتۃ ۔ اشیاء کے حقائق ثابت ہیں ۔ عقائد کے خلاف بات قابلِ اخذ نہیں ہے ۔ عینیت والے اس مقام پر گر جاتے ہیں عقائد کے لحاظ سے اہلِ حقائق سے سوال کریں گے کہ ثابت کریں جیسا مانتے ہیں ویسے تحقیق بھی کیجئے کہ عقائد کے خلاف تو نہیں ہو جاتا ہے ۔ شئے معدوم ہوتی ہے لیکن معدوم ہو کر کہیں موجود نہیں ہوتی وہ معدومیت اس کا ثبوتی مقام ہے ۔ مرتبہ علم میں ہو کر ثابت کہلائے گی معلوم

۱) کچھ نہ تھا ۔ نہ ہونا ثابت ہے ۔ وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ہ پ۱۶ سورۂ مریم

۲) قابلِ ذکر نہیں تھا ۔ لم یکن شیأ مذکوراً

۳) حقائق کا اعتبار ۔ کنتم امواتا فاحیاکم

مردے تھے یعنی حیات نہیں تھی ۔ ایسی زندگی نہیں تھی جیسی کہ اب ہے ۔ یہاں دونوں چیزیں ملیں گی ہمارا میت ہونا پھر جلانا کنتم امواتاً قبل تخلیق کی بات ہے فاحیاکم بعد تخلیق کی بات ہے ۔ اصطلاح میں اس کو عدم کہتے ہیں ۔ عدم کی دو قسمیں ہیں (۱) جو ثبوت رکھتا ہے وجود نہ رکھتا ہو اس کو معلوم بولیں گے ۔ یہ ثابت الذات مسلوب الوجود ہوتا ہے اس کو عدم اضافی کہتے ہیں (۲) جو نہ ثبوت رکھتا ہے اور نہ وجود ۔ مسلوب الثبوت و مسلوب الاثار اس کو عدم محض کہتے ہیں ۔

عارف کامل کا نام قرآن میں رشید ہے ۔ وَاِذَا سَأَلَكَ عِبَادِیْ

عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ
فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ۝ پ ۲

ان مرشدوں میں ولی مرشد افضل ہوتے ہیں ان کا درجہ بڑا ہے۔

وَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِیًّا مُّرْشِدًا

نہیں پائے گا تو ولی مرشد۔ جس کو ہدایت دینا چاہے گا اللہ اسی کو ولی مرشد ملے گا۔ ولی مرشد وہ ہے جو مقرب خود بھی ہے اور ارشاد کے ذریعے دوسروں کو بھی بناتا ہے۔ ولی مرشد بہت کم ہوتے ہیں۔ ولی مرشد جس کو ملتا ہے وہ گمراہ نہیں ہوتا۔

اِرْشَادَات

* مولوی آثار اور صالحیت کے درجے سے کلام کرے گا۔
* محقق یا عارف ذات، صفات، افعال، شہادت اور صدیقیت کے درجے سے جو ولایت کے شعبے ہیں کلام کرے گا۔
* صنعت کو دیکھنا صانع کو دیکھنا نہیں بلکہ صانع کو ماننے پر دلیل ہے
* مقام رب سے مراد وجود، صفات، افعال، آثار ہیں۔

ظہورِ نور

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر ہے کہ اس نے کمال رحمت اور فضل سے ہم کو فخرِ موجودات رحمت اللعالمین محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا کیا اور اس کا ہم کو فخر عطا فرمایا ہم جتنا بھی اس نسبت کا فخر کریں بجا اور درست ہے۔ آج کے جلسہ کا عنوان "ظہورِ نور" ہے۔ ظہور کے معنی کھل جانا اور ظاہر کے معنی باہر ہونے یعنی کھل جانے کے ہیں۔ باطن کے معنی اندر ہونا یا پوشیدہ ہو جانا۔ ظہور نور کے لفظی معنی ہوئے "نور باہر ظاہر ہو گیا"۔ یوں نور کے معنی بھی خود کھلنے اور روشنی کے ہیں اور اس کی صفت ظاہر بذاتہ مظہر وغیرہ ہے۔ نور کے کئی اقسام ہیں (۱) روشنی یا اُجالا۔ اجسام جو سورج۔ چاند وغیرہ لیمپ یا برقی گولے سے ملتی ہے۔ (۲) نئی روشنی اس میں خیالات یا علم جس کا تعلق سمجھنے یا حاصل کرنے سے ہوتا ہے (۳) نور حقیقت جس کا تعلق اشیاء کی ماہیت معلوم کرنے سے ہے اس کا تعلق نظر کی روشنی سے ہے (۴) نور مشاہدہ جس کا تعلق

فنِ خود شناسی و حق شناسی سے ہے اس میں شئے و حق کے حقائق پیش نظر ہو کر حقیقت اشیاء معلوم رہ کر حق ہی مشہود و پیشِ نظر رہتا ہے خارجی نور میں جو روشنی یا اجالا ہمارے استعمال روزانہ کے معمول میں رہتا ہے اس کے ذریعے سورج، چاند، ستارے، شمع، چراغ یا برقی گولے وغیرہ ہوتے ہیں۔ جو کسی نہ کسی شکل و جسم کی صورت رکھتے ہیں۔ اس خارجی نور کے حصول کے لئے علم جغرافیہ، ہیئت اور سائنس (طبیعات) کو پڑھنا اور سیکھنا پڑتا ہے پھر بھی ان تمام علوم کو اس قلیل اور مختصر سی عمر میں کما حقہ پورے کا پورا حاصل نہیں کیا جا سکتا اور جو حضرات ان دنیاوی علوم سائنس میں انہماک اور شغف رکھتے ہیں ان کی نسبت یوں کہا جا سکتا ہے کہ وہ دنیوی یا ظاہری علوم کے مجذوب نہیں کیونکہ جس طرح کسی مجذوب حق کا سارا خیال اور دھن حق تعالیٰ کی یاد اور حبّ اور مشاہدہ کی طرف لگا رہتا ہے اسی طرح دنیاوی علوم اور سائنس کی طرف خیال اور دھن رکھنے والے ہمہ تن اپنا شغف اور انہماک اسی طرف رکھتے ہیں وہ دنیوی اعتبار کے مجذوب ہیں عالم اجسام، عالم مادی کی اشیاء اور ان کے متعلقہ علوم کی تحصیل کے لئے ہماری مختصر عمر بھی کافی نہیں ہو سکتی اسی طرح نئی روشنی کے خیالات یا علوم حاصل کرنے کے لئے بھی سمجھنے اور سیکھنے کی ضرورت ہے اس کے لئے اہلِ علم و اعلیٰ خیالات حضرات کی سوسائٹی اور صحبت لازمی ہے جن کی صحبت

میں تعلیم کے علاوہ تربیت کے جوہر پیدا ہوتے ہیں۔

اسی طرح نورِ حقیقت اور نورِ مشاہدہ کے حصول کے لئے بھی نورِ بصیرت حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ جو صاحب بصیرت سے حاصل ہوتا ہے۔ بصیرۃ (دل کی بینائی) اہلِ دل یا اہل اللہ سے حاصل ہوتی ہے اہل اللہ مشکوٰۃ نبوت سے اکتساب نور کرتے ہیں۔ نبوت سے الوہیت کے چاروں اعتبارات (ذات، صفات، افعال، آثار) لحاظ سے نورِ بصیرت حاصل ہوتا ہے۔ جس طرح ایک سلگے ہوئے چراغ سے کئی چراغ روشن نہیں ان کو روشن کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جو سراج منیر ہیں ان سے تمام اولیاء اللہ اور انبیاء علیہم السلام کو فیضانِ نور ملا اور انہوں نے جہل کی ظلمت علم کے نور سے دور کیا۔ شرک میں ظلمت ہے توحید میں نور ہے انبیاء علیہم السلام شرک کا استحصال اور توحید کی تبلیغ واشاعت کے لئے مبعوث ہوئے چنانچہ توجہ بغیر حق کے اعتبارات کو ذہنی اصطلاح میں ظلمت کہتے ہیں حالانکہ دنیا والوں اور نظر حسی والے اس کو نئی روشنی سے تعبیر کرتے ہیں اگرچہ کہ وہ واقعی ظلمت ہے اس غلط خیال کو مرتفع کرنے کے لئے کوئی مادی یا دنیاوی نور معاون نہیں ہو سکتا۔ اس غلط خیالی کی ظلمت کو رفع کرنے کے لئے خالقِ کائنات نے ایک غیر مادی اور عالی نور کو بھیجا اور اپنے پاس سے اس کو علم (جو کہ نور ہے) دیکر بھیجا جن کا نام نامی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے

چنانچہ حضور انورؐ نے جملہ قسم کا مشرکانہ عقائد کو توحیدِ الٰہیہ کے ذریعے درست فرمایا۔ مختلف عقائد میں حسبِ ذیل مکاتیب خیال ہیں۔

عیسائی۔ روح القدس۔ عیسیٰ۔ خدا کی الوہیت کے قائل نہیں جو کہ تثلیث پر مبنی ہے۔

آریہ۔ خدا۔ روح۔ مادہ کی قدامت کے قائل ہیں گویا یہ ہندوستان کی تثلیث ہے

آتش پرست۔ دو خداؤں (یزدان اور اہرمن) کے قائل ہیں۔

یہودی۔ حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کہتے ہیں اور بچھڑے کی پوجا کرتے ہیں

سناتن دھرمی اور بدھ مذہب والے صورت پرستی اور مورت پرستی کو عبادت سمجھتے ہیں۔ غرض کہ تمام اقوام و کل عالم میں شرک اثنینت کے جہل کی ظلمت چھائی ہوئی تھی۔ توحید ایکتائی کے نور کی کوئی شعاع تک بھی اس جہاں میں کہیں باقی نہیں تھی اور روئے زمین ظہر الفساد فی البر و البحر کی آماجگاہ بنی ہوئی تھی، جہالت اور مفسدانہ ذہنیت کی گھٹائیں عالم پہ چھائی ہوئی تھیں۔ اس تاریکی کے عالم میں شمع ہدایت کو حق تعالیٰ نے ویران ناف زمین کے مقام پر روشن فرمایا جو مکہ کہلاتا ہے اور جہاں پر بُت پرستی کی صورت میں اصنام کی شکل میں مستقل طور پر خانہ کعبہ کی چار دیواری میں جلوہ فگن تھیں۔ ایسے ماحول میں جہاں آلہ باطلہ کی اکثریت کو بلا چوں و چرا قبول کر لیا جاتا ہو۔ اللہ واحد کی دعوت الوہیت کے

نعرے توحید کی گونج نے حیرت و استعجاب میں ڈال دیا اور ہر شخص تعجب سے یہی کہنے لگا

بھلا کس طرح اتنی بڑی مخلوق کو معبود واحد بس ہوگا

ان ھٰذا الشیٔ عجاب یہ تو بڑی تعجب کی بات معلوم ہوتی ہے۔
ظلمت کدہ بت پرستی میں سراج منیر کی واحد ضیاء پاشی روز بروز اس قدر منور ہوتی رہی کہ جس سے اس نے آب و گل کے ظاہری اشکال ہی کو منور کیا بلکہ قلوب تک اپنی روشنی کو یقین اور اس کی کرنوں کے ذریعے پہنچایا اور ان کو ایمانی حرارت کے ساتھ گرمایا گویا اس شمع کی ہر شعاع بجائے

حامل نور (کلام اللہ) یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے جہاں کے لوگوں کی ہدایت اور عقائد کو درست کرنے کے مبعوث کیا گیا ہے۔

خود مجسم شمع بن کر دوسروں کو بھی اسی طرح منور کرنے لگی اس طرح ظہور نور ہوتا رہا اور ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔

نور

اللہ نور السمٰوٰت والارض قد جاءکم من اللہ نور و کتب مبین۔ قد جاءکم برھان من .... نوراً مبیناً

اللہ تعالیٰ نور ہے تمام آسمانوں اور زمین کا تحقیق آیا نور (رسولؐ) اور کھلی

ہوئی کتاب یعنی (قرآن)

نور کا اصل مرجع حق تعالیٰ کی ذات ہے چونکہ اس کی ذات نور ہے اور اس کی ہر صفت بھی نور ہے چنانچہ کلام بھی نور ہے۔ مرسل کلام بھی نور ہے لہٰذا جس کے ذریعے یہ کلام بھیجا گیا ہے وہ بھی نور ہے۔ اب جن قلوب میں نور اخذ کرنے کی صلاحیت ہو گی وہ اسی نور سے استفادہ کریں گے یھدی اللہ النورہ من یشاء اسی لئے آیا ہے حاصل نور د کلام اللہ یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے جہاں کے لوگوں کی ہدایت اور عقائد کو درست کرنے کے لئے مبعوث کیا گیا ہے لہٰذا وہ رسول جہاں ہیں،

نبوت۔ نبی کے معنی خبر دینے والا، نبوت کا منصب کسب سے نہیں حاصل ہو سکتا بلکہ نبوت ہمیشہ وہبی ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کس کو نبی بنایا جائے۔ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔ تمام انبیاء علیہم السلام نے مجموعی طور پر جو نبوت کے فرائض انجام دیئے وہ صرف حضور خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم نے انفرادی حیثیت سے کلیتہً انجام دیے۔ تمام انبیاء علیہم السلام نے مشکوٰۃ نبوتِ محمدیہ ؐ سے اخذ نور نبوت کیا۔

اللہ تعالیٰ کی ذات کا نور بے صورت، بے شکل، بے رنگ و بے روپ ہے اس کی صفت کلام بھی بے شکل، بے صورت، بے صوت و صدا لب، بے حرف دندا ہے جس طرح کلام الٰہی الفاظ وسیا ہی کی صورت

سے ظاہر ہوا۔ اسی طرح ذاتِ الٰہی کا نور بھی تعین اول یعنی حقیقتِ محمدؐ کی صورت میں ظہور فرما ہوا اور اس طرح اول ماخلق اللہ نوری یا روحی کا ارشاد متحقق ہو جاتا ہے ؎

سب نبی نور محمدؐ سے ہوئے ہیں پیدا
اسی دریا سے یہ نہریں ہوئیں جاری ساری

نگینۂ آدم

(خدا کے اسماء حسنٰی بے حد و بے حساب ہیں) اللہ قدیم ہے اس کی تجلیات اسماء و صفات سب قدیم ہیں اور مستند الی اللہ ہیں۔ عالم میں جو کچھ ہے اس کی ابتداء بھی حق تعالیٰ سے ہے اور اس کی انتہا بھی حق تعالیٰ پر ہے جس طرح وہ سب کا مرجع ہے اس طرح وہ سب کا مبداء بھی ہے۔

(جب یہ عالم بغیر آدم کے وجود کے آئینۂ بے جلا تھا تو امر الٰہی کا اقتضاء ہوا کہ آئینۂ عالم کو جلا دی جائے۔ آدم ہی آئینہ عالم کی جلا تھا اور جسم عالم کے لئے مثل جان تھا۔)

جسم عالم کو قوم یعنی عرفاء کی اصطلاح میں انسان کبیر اور جسم انسان کو انسان صغیر یا عالم کو عالم کبیر اور انسان کو عالم صغیر کہتے ہیں (ملائکہ انسان کبیر یعنی عالم انسان کبیر کے قویٰ ہیں یعنی قوتوں کے محل ہیں) (ملائکہ۔ عالم ایک دوسرے کے کمالات سے اور جامع کل یعنی حضرت آدم کے کمالات سے بے خبر ہیں۔ اور اپنی افضلیت کے مدعی ہیں) اب ذرا فطرتِ انسانی پر غور کرو) وہ مظہر تام ہے شان الوہیت کا وہ جامع ہے صفات کمالیہ کا جس کو واحدیت کہتے ہیں۔ اس خلقت جامع و مظہر تام کو انسان خلیفہ کا

نام دیا گیا۔ (انسان کا نام اس لئے دیا گیا کہ انسان مردمک چشم اور آنکھ کی پتلی کو کہتے ہیں) اور حق تعالیٰ کے لئے بلا تشبیہہ ایسا ہے جیسے آنکھ کی پتلی۔ پتلی ہی سے دیکھا جاتا ہے اور اسی کو محلِ بصر کہتے ہیں اسی لئے اس خلقتِ جامع کا نام انسان رکھا گیا۔ گویا انسان ہی کے توسط سے حق تعالیٰ اپنی مخلوقات کو ملاحظہ فرماتا ہے اور اس پر رحم فرماتا ہے اور اس کو وجود عطا کرتا ہے کیونکہ مقصودِ تخلیق انسان ہی ہے۔

مقصد خلق جہاں، مراٰۃ اسماء و صفات
ترنیت افزائے سریر و افسر شاہانہ ہم
آفرین آفرینش، زیب اورنگ ہستی
نورِ چشم صاحب خانہ چراغ خانہ ہم

پس حقیقتِ کلیہ انسانیت باعتبار خارج اور افراد کے حادث ہے اور باعتبار علم الٰہی کے ازلی و ابدی و دائمی ہے۔

(انسان کے وجود سے عالم تام مکمل ہوا) (عالم میں انسان ایسا ہے جیسے انگشتری میں نگینہ) یہی وجہ ہے کہ انسان خلیفہ کہلاتا ہے خیال رکھو آدم سے اور انسان سے مراد انسان کلی، تجلّی اعظم۔ شانِ الوہیت ہے جس کے مظہر انسان جزئی ہیں۔ ہر زمانے میں صرف ایک ہی مظہر تام ہوتا ہے جس کو غوث یا قطب زماں کہتے ہیں۔ انسان سے خدائے تعالیٰ عالم اور

خلق کی حفاظت کرتا ہے۔ پس حق تعالیٰ نے انسان کو حفظ عالم میں اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ جب تک انسان کامل جو مرکز نظر الٰہی ہے۔ عالم میں موجود ہے۔ عالم بربادی، تباہی سے محفوظ ہے اور قائم ہے۔ انسان کی اس جامعیت ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو حجت ملائکہ پر قائم ہوئی ہے۔

اس بات کو خوب یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے غیر کا قصہ بیان کر کے تم کو پند و نصیحت کی ہے کہ اپنی استعداد سے زیادہ کا ادعا نہ کرو اور اپنے آپکو دوسروں سے افضل نہ سمجھو۔ اے طالب غور کر دکہ یہ بلا کہاں سے آئی اور کس پر آئی۔ ملائکہ کو کیا خبر تھی کہ اس خلیفہ کو غفلت میں کیا کیا ودیعت ہے۔ فرشتوں کو کیا معلوم کہ حق تعالیٰ کی عبادت ذاتی کس طرح کی جاتی ہے کیونکہ ہر شخص حق تعالیٰ کی وہی عبادت کرتا ہے جو اسکی ذات کا تقاضہ ہے۔ ملائکہ کو حقیقتِ آدمیہ کی جامعیت یعنی تجلی اسم اعظم کہاں نصیب جو تمام اسماء کو جامع ہے۔ ملائکہ قائم و قانع نہیں رہے۔ ان اسماء کے ساتھ بھی جو ان ملائکہ سے خاص تھے اور وہ ان اسماء کے واسطے، علم سے حضرت حق کی تسبیح و تقدیس کرتے تھے۔ ملائکہ کیا جانتے تھے کہ حقِ تعالیٰ کے ایسے بھی اسماء ہیں جن کا علم ان تک پہنچا نہیں۔ حالانکہ آدم ایسے اسماء سے بھی واقف تھے جن کا ملائکہ کو علم تک نہ تھا۔

خدائے تعالیٰ نے فرشتوں کا قصہ ہمارے سامنے اس لئے

بیان فرمایا کہ ہم ساعت قرب سے دور نہ ہوں اور خدائے تعالیٰ کا ادب کرنا سیکھیں۔ جن اسماء الٰہی کا علم و تحقیق بھی ہو تو ان کے احاطۂ تقیید کا ادعا نہ کریں۔ واضح ہو کہ امورِ کلیہ موجودہ خارجی نہیں ہیں بلکہ معقول و معلوم ہیں اور ذہن اور علم میں موجود ہیں اور ہمیشہ باطنی ہی رہیں گے۔ کبھی وجود ذہنی سے نکل کر وجود خارجی نہ پائیں گے مگر اس کے باوجود ان کا تمام موجودات خارجیہ پر حکم واثر ہے۔ بلکہ امور کلیہ عین موجوداتِ خارجیہ ہیں۔ جب موجود خارجی وغیر خارجی یعنی امور کلیہ میں ارتباط پایا جاتا ہے حالانکہ وہ عدمی ہیں بالذات خارج میں موجود نہیں تو بعض موجودات خارجیہ کا ارتباط بعض سے زیادہ قابلِ قبول و تسلیم ہے کیونکہ موجودات خارجیہ میں ایک جامع تو ہے۔

یہ بات بے شک وشبہ ثابت ہے کہ محدث یا حادث کا حدوث اور اس کا اعتبار واحتیاج موجد و محدث کی طرف ثابت ہے۔ یاد رکھو کہ ہمیشہ موثر اور اثر میں مناسبت و مشابہت ہوتی ہے۔ دیکھو تلوار اور اس کے زخم ہیں۔ باپ اور بیٹے میں مشابہت ہوتی ہے۔

چونکہ ممکن کا استناء

ذات واجب کی طرف ہے جس سے وہ ظاہر ہوا ہے تو ممکن ذات واجب ہی کی صورت پر ہوگا۔ اور جو اسماء صفات واجب الوجود میں ہیں ممکن الوجود

بھی ہوں گے۔ البتہ وجوب ذاتی ممکن بالذات میں نہ ہو گا ورنہ انقلاب ماہیت لازم آئے گا جو محال اور کسی طرح صحیح نہیں ہے۔

جب واقعہ یہ ٹھہرا کہ اثر موثر کے مناسب ہوتا ہے اور حادث واجب کی صورت پر رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے متعلق علم حاصل کرنے کے لئے حادث میں غور و فکر کرنے کا حکم دیا اور فرمایا سنریھم آیتنا فی الافاق وفی انفسھم حتیٰ یتبین لھم انہ الحق اور فرمایا وفی انفسکم افلا تبصرون (پس حق تعالیٰ نے ہماری تفہیم کے لئے اپنے آپ کو ہماری صفت سے بیان فرمایا) ید اللہ فوق ایدیھم۔ اینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ خلق آدم علیٰ صورتہ وغیرہا پس جب ہم نے حق کو دیکھا تو ہمیں کو دیکھا اور اس نے جب اپنے آپ کو دیکھا تو ہم کو دیکھا۔ مگر یہاں بھی یک امتیاز باقی ہے اور وہ ہمارا حق تعالیٰ کی .... طرف وجود محتاج ہونا ہے اور ہمارے وجود کا حق تعالیٰ پر موقوف رہنا ہے۔

انسان کامل جامع حقائق و مفردات عالم ہے اس کی تخلیق میں حق تعالیٰ کی صفت جمال و جلال دونوں نے توجہ کی۔ انہی صفات جمال و جلال کو حق تعالیٰ نے دونوں ہاتھوں سے تعبیر کی جن سے آدم بنایا گیا۔ بس یہی وجہ ہے کہ عالم ظاہر ہے اور خلیفہ غیب و باطن ہے لہذا حق تعالیٰ

ورا الوراثم ورا الورا ہے اور ممکن کبھی تنزیہہ ذات حق کو ادراک نہ کر سکے گا (رہیگا)
غرض کہ حق تعالیٰ نے آدم کی تخلیق میں اپنے دونوں ہاتھ یعنی جلال وجمال کو لگاکر
شرف عطا فرمایا۔ اس لئے حق تعالیٰ نے ابلیس سے کہا مامنعک ان تسجد
لما خلقت بیدی۔ تجھے کس چیز نے روکا کہ اس کو سجدہ کرے جس کو میں
نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا۔ اس سے کیا مراد ہے کہ آدم کا صورت
عالم وصورت حق جامع ہونا ہے۔ اسی حکمت سے حق تعالیٰ نے ظاہری صورت
عالم کو حقائق عالم کے اور اس کی باطنی صورت کو اپنی صورت کے مطابق
بنایا۔ تم جسد آدم وانسان کامل کی نشاۃ و پیدائش کی حکمت یعنی صورت
ظاہری سے واقف ہو چکے ہو۔ اور نشاۃ روح آدم یعنی صورت روح آدم
اور اسماء صفات حق کا تم کو علم ہو چکا ہے تو سمجھ لو کہ اس کی دو جانب
ہیں۔ ایک حق کی طرف دوسری خلق کی طرف سے

(تقدیر بیک ناقہ نشانید و محمل
لیلائے حدوث تو وہ سلمائے قدم را)

آدم سے ہماری مراد وہ نفس واحدہ ہے جس سے یہ نوع
انسانی پیدا ہوئی ہے جس کو بعض لوگ وحدت وحقیقت محمدی کہتے
ہیں۔ انامن نور اللہ وکلھم من نوری۔ جس مظاہر
عینی الاعیان اور روح الارواح ہیں۔

خدائے تعالیٰ نے آدم یا حقیقتِ محمدیہ کو ان تمام
اسرار کا علم عطا فرمایا جو اس میں ودیعت ہیں اور سارے عالم کو ایک
مٹھی اور ایک قبضہ میں۔ اور اس ظاہری آدم اور بنی آدم کو ایک مٹھی
اور قبضے میں رکھا اور بنی آدم کی آدمیت میں کیا مراتب و درجے ہیں وہ
دکھلا دیئے۔

نسبت

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ ○ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

دنیا میں سب کاروبار نسبت کی بدولت ہی انجام پاتے ہیں نسبت ہی سے رشتے و تعلقات قائم ہوتے ہیں۔ مثلاً نکاح کے ذریعہ ایک خاندان کا دوسرے خاندان کے ساتھ رشتہ اور تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جس قدر تعلقات یا رشتے وسیع ہوں گے اسی قدر زندگی خوشگوار اور خوشحال ہو گی۔ رشتہ داری کی نسبت امور دنیوی میں ہمیشہ شہرت، ناموری اور عزت کا باعث ہوا کرتی ہے۔ اسی طرح ملازمت کی نسبت بھی بڑے بڑے مدارج اور عہدوں پر فائز کراتی ہے۔ بعض اوقات بڑی شخصیت مثلاً بادشاہ یا حاکم کی نسبت رکھنے والا شاگرد پیشہ یا چپراسی اپنی بڑی نسبت کے باعث بڑے بڑے عہدے داروں کے سامنے اکڑتا رہتا ہے۔ ایسے عہدے دار اس پیشی کے شخص کو راضی رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کو سلام یا انعام و اکرام کر کے رام کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ایسا کرتے وقت اپنی پوزیشن کو اُس ادنیٰ شخصیت پر قربان کر

دینا ضروری خیال کرتے ہیں ۔ اسی طرح معاملت مثلاً تجارت ، فنون ، خرید و فروخت میں جتنی بڑی ساکھ والے شخص کی نسبت ہو گی اسی لحاظ سے عوام میں اعتماد اور عزت قائم ہو گی ۔

چنانچہ دنیاوی امور کے لحاظ سے سب کاروبار نسبت ہی کی بدولت خوش اسلوبی اور کامیابی کے ساتھ انجام پاتے ہیں ۔ اسی طرح دینی امور دین کی نسبت سے انجام پاتے ہیں ۔ جیسا کہ صالحین کی نسبت نجات اور درجات مدراج جنت تک پہنچاتی ہے ۔ شہداء کی نسبت حُب و ذکرِ الٰہیہ پیدا کر کے حضرت جلّ علا کا جلیس بناتی ہے ۔ انا جلیس عند من ذکرنی اور اس طرح حیاتِ طیبہ و سرور ابدی کا ذریعہ بنتی ہے ۔ مقربین اور صدّیقین کی نسبت یافت و شہود اور قربِ حق تک پہنچاتی ہے ۔ فَاَمَّآ اِنْ کَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ۙ فَرَوْحٌ وَّ رَیْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِیْمٍ یعنی مقربین کی نسبت روح و ریحان اور جنت نعیم (جنت الذات) کی جزاء کا مستوجب بناتی ہے ۔ بہر حال دین کے اعتبار کی ساری نسبتیں فضلِ الٰہیہ پر موقوف ہیں ۔ ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء ۔
یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے ۔

~

گر بفضلتیں پے ببر دے ہر فضول
ماکے فرستادے خدا چندیں رسولؐ } حضرت مولانا رومؒ

انبیاء و اولیاءِ کرام کی نسبت محض فضلِ الٰہیہ ہے کیونکہ ان کی تعلیمات سے انسان بہرہ ور ہو کر اہلِ انعام (صدیقین، شہداء وصالحین) کے مدراج پر فائز ہوتا ہے۔ فضلِ الٰہی کو تلاش کرنے کے لئے فضل کی صورت تلاش و جستجو کرنی چاہیئے تاکہ فضلِ حق کے مستوجب بنیں۔ حق تعالیٰ اپنے فضلِ خاص کو بصورت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر فرما کر ارشاد فرماتے ہیں:

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ۝ وَسْئَلُو اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهِ ۝ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی یہ سب باتیں اور جملے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زبانی معلوم ہو سکتے ہیں۔ پس علم و ایمان کے حصول کے لئے جس طرح نسبت رسالت کی ضرورت ہے۔ اسی طرح عمل اور عبادات و اذان۔ نماز اور دیگر عبادات و احکام میں بھی یہ نسبت لازمی اور ضروری ہے بلکہ بلانسبت رسالت محمدیہؐ ایمان و عمل کی محبت ہی نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ کی الوہیت بھی بلانسبت رسالت محمدیہؐ مصداق نہیں ہو سکتی تمام انبیاء علیہم السلام میں رسالتِ محمدیؐ کی نسبت سب سے مقدم اور فوقیت رکھتی ہیں۔ چنانچہ انبیاء علیہم السلام نے آپ کی امت میں پیدا ہونے کی دعا بھی مانگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کو قوی

کرنے کے لئے صحابہؓ و اہلِ بیتؓ کی نسبت کو قوی کرنا چاہیئے تا کہ دین
بختہ اور عقیدہ پکا ہو کر عمل میں خلوص پیدا ہو۔ یہی سبب ہے کہ تمام صحابۂ
کرام، تابعین، تبع تابعین اور دیگر بزرگان کبائر انوار بطون کی تبلیغ واشاعت
فرماتے ہیں۔ اور انہیں انوار کی فیض پاشی سے نسبتِ خدا و رسول قائم ہوتی
ہے۔ نسبت کے حصول سے شگفتگی اور برکات کا حصول ہوتا ہے کسی قسم
کا قلق و اضطراب و تشویش لاحق نہیں ہوتی اور
شگفتگی کے نتائج میں تدبّر اور تفکّر کے دروازے کھلتے ہیں اور علوم لدنیہ
و مکاشفات ہوتے ہیں۔ نیز اس کے برکات میں حیاتِ دُنیوی و اُخروی
میں ایسے لوگوں کو خوشخبری دی جاتی ہے۔ انہیں برکات میں مدارج ولایت
(غوثیت، قطبیت، ابدالیت، فردیت وغیرہ) کا حصول اور خوارق،
عادات و کرامات کا پیدا ہونا بھی شامل ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ بندہ نواز
حسینیؒ کا واقعہ ہے کہ آپ کے والد حضرت شاہ راجو قتال حسینیؒ نے اپنے
بیٹے سید محمد حسینی (گیسو دراز) کو خود بیعت نہ لے کر حضرت شاہ نصیر الدین
چراغ دہلویؒ کے پاس جو کہ شیخ طریقت تھے بیعت کرنے کے لئے
بھیجا اور حضرت بندہ نوازؒ نے وہاں بیعت کی۔ چنانچہ جب آپ دہلی پہنچے
تو حضرت شاہ نصیر الدینؒ چراغ دہلوی گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں باہر
تشریف لے گئے تھے جب بندہ نوازؒ کو معلوم ہوا کہ آپ باہر گئے ہوئے
ہیں تو آپ کی تلاش میں روانہ ہوئے اور کسی نہ کسی طرح سے ان تک پہنچ گئے

اور پہنچتے ہی حضرت چراغ دہلوی کے زانوں کو بوسہ دیا تو آپ (نصیرالدین چراغ دہلوی رح) نے ان سے فرمایا "فروتر" تو آپ (حضرت بندہ نواز رح) نے ان کی پنڈلی کو بوسہ دیا۔ پھر بھی حضرت رح نے فرمایا "فروتر" تو آپ نے حضرت کی رکاب کو بوسہ دیا۔ پھر بھی حضرت رح نے فرمایا "فروتر" آپ نے گھوڑے کے سُم کو بوسہ دیا۔ اس حالت میں آپ کے سر کے بال جو کہ دراز تھے وہ گھوڑے کے سُم میں الجھ گئے تو حضرت نصیرالدین نے فرمایا کہ "سید محمد گیسوئے شما دراز است" اور یہ کہہ کر شعر بھی پڑھا ؎

ہر کہ مرید سید گیسو دراز شد
واللہ خلاف نیست کہ او عشق باز شد

آپ کی پابوسی پر حضرات نے اس وقت اعتراض کیا اور آپ کی سیادت کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ آپ سید ہو کر ایک شیخ کے قدم چومتے ہیں۔ اور نہ صرف قدم چومتے ہیں بلکہ ان کے گھوڑے کے سُم کو بھی بوسہ دیتے ہیں جو سراسر خلافِ شریعت ہے اور آپ کی شایانِ شان نہیں تو حضرت بندہ نواز حسینی رح نے جواب دیا۔ اے لوگو! تم کو علم نہیں میں نے جس وقت حضرت کے زانو کو بوسہ دیا منزل ناسوت سے گزر گیا اور جب حضرت کی پنڈلی مبارک کو بوسہ دیا ملکوت کی منزل طے کر لی اور جب رکاب کو بوسہ دیا تو جبروت کی منزل سے پار ہو گیا اور جب گھوڑے کے سُم

کو بوسہ دیا تو لاہوت کی منزل تمام ہو گئی۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ راہِ عشق و عرفان میں حسب و نسب، بڑے چھوٹے ہونے کا کوئی اعتبار ملحوظ نہیں رہتا بلکہ حصولِ نسبت اور برکاتِ نسبت مقصود رہتے ہیں تاکہ حصولِ نسبت کے بعد نعمت ہائے ظاہری و باطنی سے ہم آغوش ہو اور سکون و سرورِ ابدی ہم کو حاصل ہو سہ

بندۂ عشق شدی ترکِ نسب کن جامی

کہ دریں راہ فلاں ابنِ فلاں چیزے نیست

نسبت رسالتِ محمدیؐ کا صدقہ ہے کہ ارشاد ہوتا ہے کہ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ ۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ٥ پ۹ سورہ الانفال۔ یعنی اللہ پر زیبا نہیں کہ آپ ہوتے ہوئے ان (غیر مسلمین) کو عذاب دے اور نہ زیبا ہے کہ جب وہ مسلم استغفار یا توبہ کریں تو ان کو عذاب دیں۔ یہی تو نسبتِ محمدیؐ کا عمومی صدقہ ہے کہ اُمم سابقہ کی طرح غیر مسلمین پر بھی فی زمانہ مسخ صورت یا بستیوں کے طبقے اُلٹ دینے والا عذاب نہیں آیا۔ اسی طرح توبہ کرنے والے مسلمین اور مومنین بھی عذاب و گرفت سے محفوظ و مامون رہتے ہیں۔ پس نسبتِ رسالتؐ کو اگر قوی کرنا ہے تو ذاتِ رسالت سے منتسب بزرگوں و اولیاء کی نسبت سے وابستہ ہونا ضروری ہے۔

یہ نسبت محمدیؐ کا عمومی صدقہ ہے کہ اُمم سابقہ کی طرح غیر مسلمین پر بھی فی زمانہ مسخ صورت یا بستیوں کے طبقے الٹ دینے والا عذاب نہیں آتا

اِرشَادَات

* بے صورتی کا اطلاق "لیس کمثلہٖ شیئٌ" سے ثابت ہے۔ صورت سے بے صورتی کا ظہور ہوتا ہے لیکن صورت حق نہیں ہوتی۔

* "امر شریعت میں مخلوق یا عالم قدرتِ بنا کا عقیدہ ہے۔"

* "امر حقیقت میں عالم تجلی و تمثل سے نمود پایا ہے۔"

* "صوفی جاہل ملحد ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں علمِ حق مفقود ہے۔"

* "عالم زاہد مشرک ہوتا ہے کیونکہ اس میں علم حق جامعیت کے ساتھ نہیں۔"

* حد والی شئے کو احتیاج لاحق ہوتی ہے اور ہر حقیقت کے ظہور کے بعد حدود قائم ہو جاتے ہیں۔

* جس کے سلوک میں خلق حق نہ ہو جائے اور حق خلق نہ ہو جائے اور پھر دو کے اجتماع کے ساتھ امتیاز ہو جائے تو ایسا شخص ابو الاوقات کہلاتا ہے۔

حضرت غوث الاعظمؓ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر ہے کہ ہم کو سرکارِ دو عالمؐ کی اُمت میں پیدا کیا اور ہم کو اس کا فخر عطا فرمایا۔ آج کی مجلس میں حضرت سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے کچھ خصوصیات بیان کئے جائیں گے۔ حضورؓ کی پیدائش پہلی رمضان کو ہوئی۔ پیدائش خود کرامت ہے۔ حضور انورؐ کے اعتبار سے معجزہ اور آپ کے لحاظ سے کرامت ہے۔ شعبان کی ۳۰ تاریخ کو آپ پیدا ہوئے۔ پیدا ہونے کے بعد غروبِ آفتاب تک آپ نے مطلق دودھ نہیں پیا۔ لوگوں میں چرچا ہوا کہ سادات گھر میں ایک ایسا بچہ پیدا ہوا ہے جس نے روزہ کے افطار کے وقت تک دودھ نہیں پیا۔ یہ وطیرہ مسلسل ایک ماہ تک جاری رہا۔ اس سے پتہ چلا کہ تاریخِ پیدائش ۳۰ شعبان نہیں بلکہ پہلی رمضان تھی آپ کے بچپن کے واقعات میں خوارق عادات سرزد ہوتے۔ دس برس کی سن میں دو بزرگ فرشتے رہتے جو راستے سے لوگوں کو ہٹاتے اور کہتے کہ لوگو ہٹو، اللہ کے ولی کے لئے راستہ صاف کردو

بڑے ہونے کے بعد حضرت کے والد ماجد حضرت سید نا صالح جنگی دوست سے آپ نے بیعت حاصل کی بغداد میں تعلیم توحید و تصوف حاصل کی۔

اس وقت ایک شخص حماد بن زیاد کی خدمت میں بھی آپ جانے لگے۔ انہوں نے حضرت غوث الاعظم رضؓ کو دیکھ کر کشف سے معلوم کیا کہ یہ ایک ہونہار بچہ ہے۔ اس لئے آپ نے یہ اندازہ لگایا کہ یہ اپنے وقت کا بڑا امام ہو گا۔ آپ نے ایک بار آزمائش کے طور پر اپنا دروازہ بند کر دیا حضرت غوث پاکؒ تمام رات دروازے پر ٹھہرے رہے۔

انہیں شیخ حمادؒ نے دوسری بار حضرت غوث اعظمؓ کو پانی میں ڈھکیل دیا تھا۔ اس کے بعد آپ جنگل کی طرف الٰہی ہوئے آپ کو ریاضت کا خیال پیدا ہوا۔ عراق کے جنگل میں ۲۵ سال گزارے جہاں بھاجی پتے کھا کر کئی سال گزارے۔ اس جنگل میں ریاضت کش رہنے سے غیر معمولی روحانی قوت بڑھ گئی۔

اسی اثناء میں ابو سعید مبارک مخزومی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اپنے پاس آنے کی دعوت دی۔ اور حصولِ توحید کے لئے کشف کے زور سے توحید حاصل کرنے کی دعوت دی۔ آپ کی صحبت میں توحیدِ حقیقی کا حصول ہوا۔ توحید کے حصول کے بعد آپ نے بغداد میں درس فرمایا آپ میں استقامت کمال درجہ یہ تھی جو کرامت پر فوقیت رکھتی ہے دورانِ وعظ میں جب کہ مسئلہ قدر کا بیان ہو رہا تھا ایک اژدہا چھت سے

نیچے گر کر آپ کی طرف بڑھا۔ عام سامعین نے بھاگنا شروع کر دیا۔ وہ سانپ چل کر آپ پر چڑھا لیکن آپ کو جنبش بھی نہ ہوئی اور مسئلہ علی حالہ بیان کرتے رہے وہ سانپ رینگتا ہوا آستین سے نکلا اور آپ کے سامنے بیٹھ کر جھومنے لگا۔ وعظ کے بعد کان میں حضرتؒ کے کچھ کہا اور آپ نے بھی کچھ اس کا جواب دیا۔ اس کے بعد وہ سانپ اسی طرح چلا گیا۔ لوگوں نے مکرر جمع ہو کر اس واقعہ کی نسبت دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ یہ ایک جن تھا جو استقامت فی الدین کے ضمن میں امتحاناً آیا تھا الحمدللہ کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے استقامت میں ثابت قدم رکھا اور میں نہ ڈگمگایا۔ کان میں سانپ نے جو کچھ میں نے بیان کیا اس کی تصدیق کا اظہار کیا۔

دوسری خصوصی کرامت جس میں آپ کی بزرگی اور اس کا کمال مضمر ہے یہ ہے کہ آپ کے وعظ میں اجتماعِ کثیر ہوا کرتا تھا۔ ساٹھ ستر ہزار کا مجمع ہوتا جس میں قوم جنات بھی رہتی اتنے بڑے مجمع میں آپ کی آواز دور و نزدیک یکساں سنائی دیتی اور بعض اوقات آپ کیفیت میں لوگوں کے سروں پر سے گزر جاتے اور جب حال کا غلبہ ہوتا اور آپ بیان فرماتے تو کئی لوگ آپ کے وعظ کے تاثرات کی تاب نہ لاکر جاں بحق تسلیم ہو جاتے اور کئی لاشیں وعظ کے ختم ہونے پر اجتماع سے

نکالی جاتیں۔

ایک مرتبہ آپ کے وعظ میں ایک بزرگ علی بن حیطی بھی تھے جن کی دوران وعظ میں آنکھ جھپک گئی تھی اسی حالت میں انہوں نے دیکھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے تھے اور کچھ فرمایا چنانچہ اس کشف پر حضور غوث الاعظم رضؓ نے انکو جونکا کر فرمایا کہ کیوں علی ابھی تمہارے خواب میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلّم تشریف فرما ہوئے تھے اور انہوں نے میری نسبت کیا کہا۔ کیونکہ حضورؐ کی تشریف آوری کے باعث مجھے ممبر سے احتراماً اترنا پڑا۔ جس کو تمام سامعین نے مشاہدہ بھی کیا تو حضرت علی بن حیطیؒ نے اس واقعہ کی تصدیق فرماتے ہوئے کہا کہ ہاں میرے مولا واقعی حضورؐ تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ حضرت غوث الاعظمؓ کی بات حق ہے۔ اس کی بات کو اور اس کو سچا جانو۔ یہ آپ کا واقعہ خصوصی ہے جس میں کشف وکرامت دونوں پائی جاتی ہے۔

آپ سے بہت سے خوارق عادات سرزد ہوئے ہیں، جس میں مُردوں کو زندہ کرنا بھی شامل ہے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ایک بڑھیا نے اپنے بیٹے کو آپ کے باورچی خانے میں خدمت کے لئے متعین کیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد بڑھیا نے دیکھا کہ بچہ دُبلا ہو گیا ہے۔ بڑھیا نے شکایت کی آپ تو مُرغ کھاتے ہیں اور بچہ بلا کھائے ہوئے دبلا ہوتا چلا جا رہا ہے

چنانچہ آپ نے مرغ کی ہڈیوں کو جمع کر کے قم باذن اللہ کہہ کر اس مُرغ کو زندہ کر کے کہا کہ جس دن تیرا لڑکا میری طرح مردہ مرغ کو زندہ کرے گا تو وہ بھی مُرغ کھانے کے قابل ہو سکے گا۔ اس واقعہ سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ بزرگانِ دین اگر اچھا کھاتے پہنتے اور اوڑھتے ہیں تو عوام ان کو اپنے جیسا تصور کر کے اعتراض کرتے ہیں لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ بزرگانِ دین کا اکرام خود حق تعالیٰ فرماتے ہیں اور ان کے آرام و آسائش کا سامان ان کے ایمان و استقامت کے مراتب کے لحاظ سے حق تعالیٰ مہیا فرماتے ہیں۔ اولیاء اللہ کا تو یہ مسلک ہی رہتا ہے ؎

کارساز ما بفکر کارِ ما ۔ فکرِ ما در کارِ ما آزارِ ما (مولانا روم رح)

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ

اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرے اللہ اس کو کافی ہے۔

بڑھیا کے اس واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ حضور کو اپنا تصرف ہی دکھانا مقصود نہیں تھا بلکہ اس کو بتلانا تھا کہ بندہ پہلے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ بندہ تو بنالے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کی ہر پسند اور خواہش کو پورا کرے گا۔ چنانچہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے بھی اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ اِسی کو تصرف کہتے ہیں۔ اور یہ بھی خصوصیت بتلائی کہ حضرت غوث پاک رضؓ سے بغیر توجہ باندھے

کے ایسا تصرف سرزد ہوتا تھا۔

علاوہ اس کے آپ کو الہام بہت ہوتا تھا اور متعدد بار کسی کام میں الہام ہوئے بغیر آپ کسی کام کو پورا نہ کرتے اور نہ کسی چیز کا استعمال ہی فرماتے۔ آپ ہمیشہ بہترین نفیس و بیش قیمت پوشاک زیب تن فرماتے۔ آپ کے کپڑے کے تاجر عمر نامی تھے جن کے پاس سے آپ کپڑا خرید فرمایا کرتے تھے۔ ان کے دل میں ایک بار شبہ گزرا کہ حضرت غوث پاکؒ اتنا قیمتی لباس کیوں پہنتے ہیں۔ کشف سے انہیں تاجر صاحب کو معلوم ہوا کہ حضرت غوث پاک رحمتہ اللہ علیہ فرما رہے ہیں کہ جب تک ستر بار الہام نہ ہو میں کپڑا استعمال نہیں کرتا۔

فقر کے مقام میں نہ ولی خود رہتا ہے نہ کسی کو دکھتا ہے حق ہی حق وجدان وادراک میں پیشِ نظر رہتا ہے۔ سارے مدارج اسی سے حاصل ہوتے ہیں۔ انسان اس مقام پر پہنچ کر محبوبیت کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہوتا ہے

حضرت شیخ حمادؒ جنہوں نے حضرت غوث الاعظمؓ کو پانی میں ڈھکیل دیا تھا ان کی وفات کے بعد آپ ان کے مزار پر مراقب ہوئے تو دیکھا کہ آپ کا وہ ہاتھ جس سے حضرت غوث الاعظمؓ کو ڈھکیلا تھا اس کو ایک سانپ

لیٹا ہوا ہے۔ آپ نے دریافت کیا کہ ایسا کیوں ہے تو حضرت حمادؒ نے فرمایا کہ عزیزِ من میں نے اس ہاتھ سے آپ کو ایک بار ڈھکیلا تھا آپ چونکہ محبوب سبحانی ہیں اس وجہ سے سوءِ ادبی کی پاداش میں یہ کیفیت ہے آپ دعا کرو اور معاف کرو۔ چنانچہ آپ نے دعا فرمائی اور وہ عذاب ٹل گیا اس واقعہ کو آپ نے ایک اجتماع میں بیان فرمایا جس میں حضرت شیخ حمادؒ کے کچھ مریدین بھی تھے انھوں نے حضرت غوث پاکؓ پر اعتراض کیا کہ بھلا ہمارے شیخ جو کامل تھے ان پر اس طرح کا عذاب کس طرح ہو سکتا ہے تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ تم میں جو صاحب کشف ہو وہ حضرت حمادؒ سے دریافت کر کے تصدیق کر لے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

تعلیمات میں خصوصی سلوک یہ تھا کہ حقِ تعالیٰ کی مرضی کو اپنی مرضی ٹھہراؤ حق کو مقصود ٹھہرا کر غیر اللہ کو مقصود نہ بناؤ۔ خلق سے ٹوٹ جاؤ اور حق سے جٹ جاؤ، اپنی خواہش و ارادہ کو توڑ ڈالو حق تعالیٰ کے ارادہ اور منشاء کے تحت ہو جاؤ۔ توحید اسمی و رسمی کو لے کر توحیدِ حقیقی کی طرف بڑھو اس کے لئے نیستی لے کر حق پرستی کی طرف مصروف ہو۔ اس طرح ولی اعظم بننے کی کوشش کرو۔ اللہ ولی الذین آمنوا کے مرتبہ پر فائز ہو۔

(۱) چھوٹا ولی اعمالِ صالحہ اور اتباعِ سنت سے ہو سکتا ہے۔

(۲) اوسط ولی یاد اللہ اور حبُّ اللہ سے ہو سکتا ہے۔

(۳) بڑا ولی عرفان و توحید الٰہی سے بن سکتا ہے۔

حضرت غوث پاکؒ کا اعتبار ان تینوں اعتبارات ولایت سے بڑھ کر ہے آپ اس مقام پر فائز تھے جس کو فقر محض اور توحیدِ حق کہتے ہیں اسی مقام کو فقر کا انتہائی مقام کہتے ہیں۔ آپ نے اسی مقام کو اختیار فرمایا۔

فقر عریاں گشتن از ہستی بود ؎ نے ز ارزق پوشی و مستی بود (مولانا رومؒ)

فقر کے مقام میں ولی نہ خود رہتا ہے نہ کسی کو رکھتا ہے حق ہی حق وجدان و ادراک میں پیشِ نظر رہتا ہے۔ سارے مدارج اسی سے حاصل ہوتے ہیں۔ انسان اس مقام پہ پہنچ کر محبوبیت کے اعلیٰ درجے پر فائز ہوتا ہے۔ وہ اولیاء اللہ جو اس مرتبہ پر فائز ہوتے ہیں ہر زمانے میں پائے جاتے ہیں۔ ولایت ہندوستان میں حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ بہ عطائے رسول کے لقب سے مخاطب ہیں آپ کو جب ولایت ہند سپرد ہوئی تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انار عطا فرمایا جس سے آپ کو ملک ہندوستان کا جغرافیہ معلوم ہو گیا۔

حضورؐ کا خصوصی معجزہ یہ بھی ہے کہ جنگِ خندق کے موقع پہ پتھر پھوڑتے ہوئے حضورؐ نے فرمایا کہ اس پتھر کے پھوٹنے سے میں نے اپنی امت کی وسعت کو ملاحظہ کر لیا۔ اسی طرح حضرت غوث الثقلین کو بھی عرب و موالی عرب کی ولایت سپرد ہوئی۔ گویا یہ دونوں اغواث عرب

عجم دونوں کے لئے مقرر ہوئے ان کے مقابر سے زیادہ ان کی رُوحانیت عالم تمام عالم میں جاری وساری وطاری رہتی ہے چنانچہ اس فیضان ولایت کو تا حال اولیاء اللہ کے ذریعے جاری رکھا گیا ہے جن کے مختلف سلاسل ہیں مثلاً قادریہ چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ وغیرہ ان سلاسل میں مسلمانان عالم اکثریت وابستہ ہے۔

اولیاء اللہ میں صورت کا اعتبار معتبر نہیں ہوتا بلکہ جس صورت میں جس قسم کا علم ہوتا ہے اسی لحاظ سے وہ قابلِ لحاظ ہوتی ہے۔ چنانچہ اولیاء کی پہچان صورت سے نہیں ہوتی بلکہ ان کی صحبت میں رہ کر رس بس کر ان کے کمال علم وعمل کو معلوم کیا جا سکتا ہے۔ حضرت نظام الدین محبوب الٰہیؒ کا دائرہ، ارادت بہت وسیع تھا۔ آپ کے ہزاروں مُرید تھے۔ فتوحات اور لوازمات کی بہتات تھی۔ اس زمانے کے درباری علماء ظواہر نے بادشاہِ وقت کو غلط باور کرایا کہ حضرت نظام الدینؒ کے مریدوں کی کثرت بڑھ رہی ہے اور ان کی شان وشوکت بالکل شاہانہ اعتبار کی ہے۔ احتمال ہے کہ اس سے بادشاہ سلامت کی سلطنت میں رخنہ نہ پڑ جائے۔ چنانچہ بادشاہ کہیں باہر کسی مہم پر گیا ہوا تھا اس نے تین منزل پیشتر سے حضرت محبوب الٰہیؒ کے پاس کہلا بھیجا کہ آپ دہلی کو خالی کر دیں اور کسی دوسری جگہ ہجرت کر جائیں تو آپ نے فرمایا "ہنوز دلّی دور است" پھر دوسری منزل سے تخلیہ کا

پیغام پہنچا جب آپ نے "ہنوز دلی دُور است" فرمایا۔ جب ایک منزل باقی تھی اور پھر آپ نے "ہنوز دلی دُور است" فرمایا۔ لیکن اس بار بادشاہ جس عمارت میں مقیم تھا تو اس سے اُترتے ہوئے مکان کی چھت بیٹھ گئی اور بادشاہ اس میں دب کر ہلاک ہو گیا اور واقعی دلی ہمیشہ کے لئے دُور ہو گئی۔ چنانچہ کسی نے کہا ہے ؎

چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ پاکان زند

پس ہم کو چاہیئے کہ فی زمانہ بھی کسی اللہ والے بزرگ کی نسبت حسنِ ظن سے کام لیں۔

شرحِ صدر

ایک شرح صدر وہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے ہوتا ہے جو مسلم اور مومن کا خصوصی حصہ ہے پھر ان میں وہ خصوصی مومن بھی ہیں جو خود پُرنور ہیں اور دوسروں کو پُرنور بنا دیتے ہیں۔ نبی قبل نبوت مادر زاد ولی و معصوم ہوتے ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کا شرح صدر کلام میں تھا اس لئے آپ کو کلیم اللہ کہا جاتا ہے۔ کلام میں کمال چھپا ہوا ہے وہ کمال جو کلام کا ہے وہ شرح صدر جیسے ہوتا ہے۔ شرح صدر والے سے جو کلام نکلتا ہے وہ سینوں میں اُتر جاتا ہے۔ رسول کا شرح صدر رسالت کے اعتبار سے، نبی کا نبوت کے اعتبار سے اور ولی کا ولایت کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شرح صدر کا ایک اعتبار خصوصی بھی ہے۔ جو قبل اس عالم کے بہ اعتبار باطن و حقائق ثابت ہے۔ جب تک کہ باعتبار باطن و حقیقت آپ کا شرح صدر نہ ہو۔ اس وقت کسی نبی یا رسول کو فیضان شرح صدر حاصل نہیں ہوتا۔

کنت نبیا و ادم بین الروح والجسد اس پر شاہد ہے۔ لیکن یہ سِرّ علی العموم اہلِ ظاہر سے پوشیدہ ہے۔ شیخ الہند

مولانا محمود الحسن صاحب مرحوم نے آیت کلام پاک ان صلوٰتی و نسکی ومحیای ومماتی للّٰہ رب العالمین کی تشریح میں حدیث مذکور لکھتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس اعتبار سے اول المسلمین ہونا بتایا گیا ہے۔ اس خصوص میں مولانا صرف اول المسلمین کے اعتبار پر گئے ہیں۔ لیکن اس رمز کے انکشاف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے اس وقت نبی تھے جب آدم روح وجسد میں بھی نہیں گئے۔ حضور ؐ نے جب یہ حدیث بیان فرمائی تو صحابہ رضؓ میں سے کسی نے انکار کیا اور نہ کسی نے سوال کیا۔ تسلیم کرنا تو ایمان میں داخل ہے۔ لیکن اس کی تحقیق اہم ہے اور اس کے سِر سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔ حضور ؐ کے اول نبی ہونے کا ایک نکتہ یہ ہے کہ جو آخر ہوتا ہے وہی اول ہوتا ہے۔ آخر اول جب ایک ہوتا ہے تب ہی دائرہ بند ہوتا ہے۔ اسی طرح آپ دائرۂ نبوت کے خاتم یعنی بند کرنے والے ہیں۔ یہ انتہائی نکتہ ہے جس کی روح علم لدنی سے قوی ہوتی ہے وہی سمجھ سکتا ہے۔

شرح صدر کے معنی سینہ کھلنے کے ہیں۔ یعنی وہ علم جو اہل رشد و بصیرت کو کھلتا ہے وہ علم معارف ہے۔ علم معارف وہ ہے جو حق اور خلق کے ذات وصفات کے حقائق و رموز سے متعلق ہو۔ یہی بصیرت ہے اور یہی رشد حق تعالیٰ اپنے ان علوم سے راست انبیاء کو بوساطت جبرائیل علیہ السلام

باخبر کرتے ہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اعتبار بلا اعتبار وساطت جبرئیلؑ کی راست فیضانِ وحی کا بھی ہے۔ اس پر آیت فاوحی الیٰ عبدہ ما اوحیٰ شاہد ہے۔ پھر نبی سے امتی کو اس کے بعد امتی پر نبی سے نسبت جوڑنے کے بعد راست فیضانِ حق شروع ہوتا ہے جن کو حقائق و معارف کا علم حاصل ہوتا ہے وہی اہلِ معارف اہلِ بصیرت ولی مرشد اور وہی صاحب شرح صدر کہلاتے ہیں۔

خضر علیہ السلام کو باعتبار ولایت جو شرح صدر حاصل تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے حامل نہیں تھے اور حضرت موسیٰ کو شریعت کے جو اعتبارات حاصل تھے خضر علیہ السلام اس کے حامل نہیں تھے۔ اس لئے خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو کہہ دیا کہ تم میرے علم کی اتباع نہ کرسکو گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے علم پر معترض ہوئے بالآخر دونوں میں افتراق ہوگیا۔ اسی طرح شرح صدر رسول کو نبی اور ولی کو ان کے اپنے اپنے اعتبار و مراتب سے ہوتا ہے۔ جس کا سینہ توحید و رسالت اسرار حق و خلق سے بہ مطابق وحی کھل جاتا ہے تو وہی شرح صدر کہلاتا ہے۔

وحی کی دو قسمیں ہیں ایک باعتبار نبوت ورسالت یعنی وہ علم حق جو بوساطت ملک یعنی جبرئیلؑ قلب نبی پر نزول ہوتا ہے یہ وحی جلی ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جو بلا اعتبار فرشتہ کے من اللہ فیضان

علم حق کسی مومن حقیقی وغیرہ کے قلب پر مفہوماً نازل ہوا۔ اس کو الہام کہتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے چھ باتوں میں فضیلت دی گئی ہے ان میں سے ایک یہ کہ ۔ او تینا علم الاولین والآخرین یعنی مجھے اگلوں اور پچھلوں کا علم دیا گیا ہے ۔ اتنا علم رکھنے کے باوجود اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وقل رب زدنی علما اتنا علم دیا جانے کے بعد پھر کون سا علم مانگا جا رہا ہے ۔ اس کو سوائے اہل اللہ کے کوئی حل نہیں کر سکتا۔

> شرح صدر کے معنی سینہ کھلنے کے ہیں۔ یعنی وہ علم جو اہلِ رشد و بصیرت کو کھلتا ہے۔ وہ علم معارف ہے ۔ علم معارف وہ علم ہے جو حق اور خلق کے ذات و صفات کے حقائق و رموز سے متعلق ہو ۔

جیسے شیخ اکبرؒ و حضرت غوث پاکؒ ۔ حضرت شیخؒ کے حقائق اتنے وسیع تھے کہ ان تک کسی کی پہنچ نہیں تھی اس کا سِرّ یہ ہے کہ تا کہ معلوم ہو کہ جس کی امت میں اتنے بڑے بڑے اعتبارات کے لوگ ہیں۔ اس کے نبیؐ کا کیا درجہ ہو گا۔

رُشد کی تشریح کرتے ہوئے حضرت ممدوح نے فرمایا کہ قرآن میں رشد سے وہ ہدایت اور علم مراد ہے جس کا تعلق قرب و اقربیت الٰہیہ سے ہے

جیسے صحابہؓ کے سوال قرب پر "فانی قریب" اور اسی دوران میں "لعلهم یرشدون" فرمایا گیا اور یہ انبیاء علیہم السلام سے ہوتا ہوا آ رہا ہے جیسے لقد آتینا ابراھیم رشدہ ؕ بے شک ہم نے ابراہیمؑ کو انکا رشد دیا، ان کی نسبت اور ان کے اعتبار سے ارشاد قرب و معارف دیا گیا۔

حضرت ممدوح نے موت و حیات کی تخلیق کی وضاحت کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ مدت معینہ تک اعتبارات زندگی سے وابستہ ہو کر روح کا جسم سے بے تعلق ہوجانا عرفاً موت کہلاتا ہے .... اور اس زندگی کو حیات سے تعبیر کرتے ہیں۔ حیات میں رجا اور موت میں خوف ہے اور ہماری موت و حیات محض اعمالِ حسنہ کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ منشا یہ ہے کہ اعمالِ حسنہ دیکھے جائیں تاکہ لوگ غلط اعتبارات اور حق کے منشاء کے خلاف رہنے سے بچ جائیں۔ آیت: خلق الموت والحیوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا ؕ میں موت سے حقیقی موت مراد نہیں بلکہ موت عارضی۔ چونکہ یہاں عرف عام میں کلام ہو رہا ہے لہٰذا وہی مراد حق ہے۔ اسی طرح حیات سے حیات مطلق حقیقی مراد نہیں بلکہ حیات اضافی جو مخلوق کو دی جاتی ہے۔ اگر یہ سوال ہو کہ حیات پہلے ہوتی ہے اور موت بعد کو لیکن اس آیت میں موت پہلے اور حیات کا ذکر بعد میں آیا ہے تو اس کا جواب ایک

تو یہ ہے کہ اس میں فصاحت اور صلاحیت ہے دوسرے حقائق کے اعتبار سے دیکھیں کہ ہم کیسے اور کہاں تھے۔ ہم پہلے مردہ تھے بعد میں ہم کو حیات دی گئی۔ وکنتم اموات فاحیاکم ہم مردہ کس طرح تھے اور کہاں تھے۔ یہ سوال حقائق کا ہے جو اہلِ حقائق و معارف سے حل ہو سکتا ہے۔ اہلِ ظاہر یہاں عاجز ہیں۔

ارشادات

★ قیام صلوٰۃ ۔انفاق ۔توکل ۔قلب میں ڈر اور یقین کا بڑھنا علامت ایمانِ کامل ہے

★ استحضار ایمانی ۔ دوامی نماز ہے۔ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَائِمُوْنَ۔

★ تفقیہہ فی الدین دو حیثیت سے ہے (۱) ظاہر احکام کی فقہا نے تفصیل فرمائی ہے (۲) باطنی علوم کی اہلِ بصیرت نے تفصیل فرمائی ہے اور اس کے دو اعتبار ہیں (۱) صراحتہ النص (۲) دلالتہ النص

★ ایمان کا عمل یقین ہے ایمان کا کمال استحضار ہے صدیقیت کی دو قسمیں ہیں (۱) صدیقیت عظمٰی (۲) صدیقیت عامہ ۔صدیقیت عظمٰی سے ولایت خاصہ اور مقربین مراد ہیں ۔صدیقیت عامہ سے ولایت عامہ اور صالحین مراد ہیں

★ حق تعالیٰ کا بہ دیدہ ظاہری یا بہ چشمہ حسی دیکھنا امتناع ہے جو کفر ہے ایسا کرنا گویا حق تعالیٰ کو شکل و محدود ٹھہرا دینا ہے (نعوذ باللہ)

★ بے صورتی کا اطلاق لیس کمثلہٖ شیٔ سے ثابت ہے۔صورت میں بے صورتی کا ظہور رہوتا ہے ۔لیکن صورت حق نہیں ہوتی ۔

★ امر شریعت میں مخلوق یا عالم قدرت سے بنا کا عقیدہ ہے ۔

★ امر حقیقت میں عالم تجلی و تمثل سے نمود پایا ہے ۔

★ جہد فی اللہ علم میں استحضار رکھنا ہے ۔

ہے وہ ساری کائنات سے معبودیت کو چھینتا ہے اور اللہ ہی کے لئے ثابت کرتا ہے۔ وہ کسی قوت طاقت کو حتیٰ کہ روح کو بھی لائق پرستش ہونا نہیں بتایا وہ اشیاء کائنات کی نفی نہیں کرتا بلکہ ان کے الٰہ (قابلِ پرستش) ہونے کی نفی کرتا ہے۔ کوئی چیز بھی الٰہ (قابلِ پرستش) نہیں ہے۔ پھر کون الٰہ (قابلِ پرستش) ہے؟ اللہ ہی الٰہ قابلِ پرستش ہے۔ دوسرے مذاہب اللہ کو مانتے تھے، لیکن الٰہ نہیں مانتے تھے۔ یہ اس کا ظاہری معنی ہے بصیرۃ کا معنی نہیں۔ اس کی جب کسی کو ضرورت ہو تو کسی اہل اللہ کے پاس رجوع ہو

بصیرۃ دِل کی بینائی کو کہتے ہیں یہ دنیاوی امور اور علوم میں بھی ہوتے ہیں۔ مثلاً سائنس کے کرشمے کو دیکھئے کہ میں یہاں بیٹھا ہوں اور میری آواز دور دور تک جا رہی ہے۔ یہ بصیرۃ صرف اسی کو حاصل ہوتی ہے جو اس کو کرنا سیکھتا ہے۔ اہل حق سے خود بخود چاہیئے تو یہ چیز حاصل نہیں ہو سکتی اسی طرح دین کے اندر ہی ایک بینائی ہے جو اس کو حاصل کرتا ہے اس کے دل میں روشنی اور نور پیدا ہوتا ہے۔ جب اسکو دیکھے گا تو بولے گا۔ اللہ اکبر کیا نور ہے اور کیا ایمان! قرآن اسی کے تحت دعوت دیتا ہے۔ قل ھذا سبیلی ادعوا الی اللہ علیٰ بصیرۃ انا ومن اتبعنی

اللہ تعالیٰ محمدؐ صلعم کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ یہ سارا

قرآن، مسائل، احکام عقائد پر مشتمل ہونے کے علاوہ اس کے اندر اس کے دل کی بینائی کی ہے۔ لیکن سب سے بڑی بینائی اللہ کی طرف بلانے کی ہے۔ ایک بلانا دل کی بینائی کھول کر ہے اب تک عقائد اور احکام کے لحاظ سے بلایا۔ اب دل سے اللہ کی طرف بلایا جارہا ہے۔ اسلام کی بصیرت یہ نہیں ہے کہ ترک دنیا کرو بلکہ خوب کھا سکتے ہیں کما سکتے ہیں۔ لیکن مرضی حق پیدا ہونے سے پہلے کچھ نہیں تھے بعد کو سب کچھ ہوئے تو یہ سب کس کی دین ہے اسی کی دین ہے۔ اسلام کے ایسے بہترین امتیازات ہیں کہ کسی مذہب میں پائے نہیں جاتے۔ اسلام سے قبل مذاہب آئے لیکن اپنے اعتبار سے اور اپنی اپنی قوم کے لئے آئے لیکن اسلام سب کے لئے آیا اس کو لینے سے اس کے منتہی یعنی خدا تک پہنچ سکتے ہیں۔

جو آدمی جس قسم کا ہو گا وہی چیزیں بیان کرے گا۔ اس کی پہچانت بھی ہے وکیل قانون بیان کرے گا۔ مولوی حلال وحرام بیان کرے گا۔ لیکن عارف کامل احکام وعقائد کے علاوہ شعبۂ حکمت کو بھی بتائے گا۔ یہ انسان کا اعلیٰ ترین کمال ہے۔ چنانچہ مولانا روم ؒ فرماتے ہیں ؎

چند چند از حکمت یونانیاں
حکمتِ ایمانیاں راہم بخواں

ایمانِ تحقیقی

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیْم ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ؕ

آج کی تقریر کا عنوان ایمانِ تحقیقی ہے ۔ ایمانِ تحقیقی کا حصول اولیاء عظام سے ہوتا ہے جو کہ انسان کامل اور مرشد کامل ہوتے ہیں انہیں کو اصطلاح میں پیرانِ طریقت کہتے ہیں ۔ پیرانِ طریقت تعلیم و تلقین کے ذریعہ مرید (یعنی صاحب ارادت) کی صلاحیت و استعداد کے مطابق ایمانِ تحقیقی کا درس دیتے ہیں ۔ چنانچہ حضرت جنید بغدادی رحؒ نے (۶۰۰) مریدین میں سے چھ مریدین کو چنا اور پھر ان چھ میں سے صرف دو کو منتخب کیا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ جب ان کو ایمانِ تحقیقی کا راز تلقین کیا جائے گا تو یہی دونوں میرے قتل کا فتویٰ دیں گے ۔ لہٰذا یہاں پر ایمانِ تحقیقی کی نزاکت اور اہمیت معلوم ہوتی ہے کہ اکابر اولیاء نے اس خصوص میں بمشکل ایسے لوگوں کو چنا جو اس کے اسرار و رموز کی تلقین اور اس کے فہم کو سمجھنے کی استعداد و صلاحیت رکھتے تھے لیکن پھر بھی احتمال تھا کہ اپنی کج فہمی سے وہ رجعت نہ کھا جائیں اور درپے قتل نہ ہو جائیں ۔ اس واقعہ سے ہم کو یہ

سبق ملتا ہے کہ اس پرفتن دور میں جس میں حق و باطل میں کچھ امتیاز ہی باقی نہیں رہا۔ ایمانِ تحقیقی کی تعلیمات کو ڈنکے کی چوٹ پر دیا جانا اور پھر ہر ایک کی استعداد ذہنی اور اس کے فہم و صلاحیت کے مطابق دینا واقعی ایک کھلا ہوا اعجاز ہے۔ اس کی اہمیت و قدر وہی لوگ کرتے ہیں جنہوں نے تلاشِ حق کے لئے مصیبتیں اٹھائیں اور ہر طرح سے اس کے حصول کی کوشش کی لیکن پھر بھی سریع الحصول طریقہ پر یہ سعادت مشکل ہی سے انکو حاصل ہوئی لیکن اللہ تعالیٰ کا بے انتہا فضل اور بزرگانِ دین کی جود و عطا ہے کہ اس دورِ پُرفتن میں جب کہ حقائق و معارف کا فقدان ہے ہم کو ان علوم کے حصول کے لئے ایسے اصطلاحات و ارشادات عطا فرمائے جس سے مسائلِ (دین و حکمت) کو سمجھنے کا گر ہاتھ آگیا اور عقیدہ لاینحل کی عقیدہ کشائی ہو گئی۔

جاننا چاہیئے کہ قرآن پاک مفاہم رشد و ارشاد ہی سے حاصل ہو سکتے ہیں اس کے بغیر قرآن کا فہم صحیح ملنا مشکل ہے۔ اس فہم صحیح کو ہی بصیرت (دل کی بینائی) کہتے ہیں۔ جس طرح ہم اپنی روز مرّہ کی گفتگو میں کہا کرتے ہیں کہ فلاں چیز (مثلاً نمک اور شکر وغیرہ) کو چکھ کر دیکھو۔ کوئی چیز مثلاً (لوہا) اگر گرم ہے تو اسے چھو کر دیکھو ہارمنیم کو بجا کر دیکھو وغیرہ وغیرہ اسی طرح ہر بات کو احساس پیدا کرکے

کے سمجھو دیکھو تو فہم صحیح حاصل ہو کر اس کی بصیرت تم کو حاصل ہو گی پس حسب ذیل آیت کی بصیرت بھی بلا کسی صاحب رشد وارشاد سے نسبت حاصل کئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔

وَ اللہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثما وجہ اللہ

یہاں پر علماء (اہل ظاہر) وجہ اللہ کی تاویل حکم اللہ سے کر کے گول ہو جاتے ہیں۔ لیکن وجہ اللہ کے حقیقی راز کو ظاہر نہیں کرتے

جاننا چاہیئے کہ قرآن پاک کے مفاہیم رشد وارشاد ہی سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ اس کے بغیر قرآن کا فہم صحیح ملنا مشکل ہے

اور اس طرح شرک ذاتی میں پھنسے رہتے ہیں۔ اسی طرح ایک دوسری جماعت ملاحدہ کی ہے جو اس آیت کے معنی میں وجہ اللہ کو وجہ مخلوقات (یعنی اللہ کے منہ کو مخلوق کا منہ) ٹھہرا دیتے ہیں۔ اور ہمہ اوست کا نعرہ لگا کر کفر والحاد کا راستہ کھول دیتے ہیں۔ ان دو جماعتوں کے علاوہ ایک تیسری جماعت ہے وہ لوگ ہیں جو اس آیت کو تسلیم کر کے اس کے مفہوم کو اللہ و رسول کے حوالے کرتے ہیں۔ یہ لوگ شرک والحاد سے محفوظ رہتے ہیں۔

چوتھی جماعت ان محققین کی ہے جو ایمان تسلیمی کے ساتھ ساتھ ایمانِ تحقیقی رکھتے ہوئے خود بھی بلا تاویل اس آیت کی بصیرۃ اور فہم رکھتے ہیں اور دوسروں کو بھی بصیرت اور فہم کی تعلیم دیتے ہیں۔

یہی لوگ عارفین وکاملین ہیں جن کی صحبت۔ نسبت، خدمت اور ارشاد سے ہم ایمان تحقیقی کے مراتب و مدارجِ عالیہ پر فائز ہو سکتے ہیں۔ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلَاغ

تعظیم وتعبد

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

گذشتہ پنجشنبہ کو نماز پڑھنے کا طریقہ خصوصی اجمالاً بیان کیا گیا تھا۔ اس کے تفصیلی اعتبارات بہت ہیں مختصر یہ کہ عبادت اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے اللہ کی ذات صفات افعال اور آثار میں کوئی عبادت کی حیثیت سے شریک نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل بھی سارے انبیاء علیہ السلام نے اسی کی ہی دعوت دی اور حضور خاتم النبین ؐ نے اس دعوت کو بدرجۂ اتم پہنچا دیا کہ عبادت غیر اللہ کا حق نہیں ہے۔

عبادت کے بعد اللہ تعالیٰ نے تعظیم اور عظمت کا درجہ رکھا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبولین اور متبعین کو اس کا مصداق ٹھہرایا ہے۔ اس میں سب سے بڑا عہدہ رسالت کا ہے چنانچہ ایک لاکھ بیس ہزار انبیاء میں سے (٣٦٥) رسول ہیں اور ان رسولوں میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مصطفٰے (منتخب) ہیں۔ پس آپ پر جب تک کوئی ایمان نہ لائے وہ مسلم یا مومن ہرگز نہیں

ہو سکتا اور نہ اس کو نجات ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ؕ پ۲۶

جو کوئی بھی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لائے، کافروں کے لئے عذابِ دوزخ کی وعید ہے۔ اللہ کی الوہیت پر ایمان اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک رسالت محمدیہ پر ایمان نہ لائیں۔ الوہیت کے قائل ہونے سے حقیقی آزادی (نجات) خودداری اور وقار حاصل ہوتا ہے یہ آزادی کسی غیر اللہ مخلوق کے بندہ بننے سے نجات دلاتی ہے۔

ایمان کا رتبہ اور مومن کی شان اس سے ظاہر ہوگی

اگر دنیا تمام کا عیش و عشرت مومن کو دے کر یہ کہا جائے کہ تو ایمان سے منہ پھیر لے تو اس وقت اگر اس کے پاس ایمان کی قدر و منزلت اور اہمیت ہے تو اس عیش و راحت کے مقابلہ میں مصیبت و تکالیف کو خوشی سے برداشت کر سکے گا اور تعیشات و راحت کے اسباب کو نظر انداز کر دے گا۔ ابھی پولس ایکشن کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ ایک ہمارے سلسلے کے صاحب غیر مسلموں کے نرغے میں آ گئے ان سے لوگوں نے مطالبہ کیا کہ وہ "جئے ہندو" کہیں، لیکن انہوں نے کہا کہ میں سلام یا آداب کہوں گا "جئے ہندو" نہ کہوں گا۔ اس پر ان کو مارے جانے کی دھمکی دی گئی تب بھی وہ اسی طرح اپنے ارادہ پر قائم رہے۔ آخر کار ان کو گولی ماری جاتی ہے اور وہ

کلمہ پڑھتے ہوئے شہید ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا موجودہ مسلمانوں کو سبق لینا چاہیے۔ دین کی بات کے مقابلے میں دنیا کی کسی بات کو بہر قیمت نہ لیں۔ لفظ محمدؐ کے معنی "تعریف کیا گیا"۔ آپؐ کو محمد کہا گویا مجمع کمالات اور خوبی کا حامل ٹھہرایا ہے۔ محمدؐ کہنے میں آپ کی تعریف مضمر ہے۔ اور

> عبادت کے بعد اللہ تعالیٰ نے تعظیم اور عظمت کا درجہ رکھا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبولین اور متبعین کو اس کا مصداق ٹھہرایا ہے

رسول اللہ ہونے میں آپ کی توصیف شامل ہے۔ چنانچہ تعظیم سید الانبیاءؐ ازبس ضروری ہے اور اسی طرح دیگر مقبولین و متبعین کی بھی تعظیم لازمی ہے۔ اللہ کی تعظیم کی جاتی ہے اس کو "تعبد یا عبادت" کہتے ہیں اور بزرگانِ الٰہیہ کی تعظیم ادب کہلاتی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ان اشکرلی ولوالدیک پ ۲۱، یعنی میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی شکر کرنا عبادت ہے۔ لیکن اللہ کے لئے شکر ادا کرنا عبادت کہلائے گا اور والدین کے لئے ادا کرنا تعظیم ہوگا۔

جس طرح والدین صرف جسمانیت کی حد تک پرورش و پرداخت کرتے ہیں۔ اسی طرح اہل اللہ روح و قلب کی پرورش کرتے

ہیں۔ لہٰذا ان کا شکر گزار ہونا ازبس ضروری ہے جس کو تعظیم کہتے ہیں تعظیم میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی عظمت ہے لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ عبادت (نماز) میں السلام علیک ایّھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہے بغیر عبادت مکمل نہیں ہوتی۔

عبادت و استعانت

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

انسانوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک بلند و بالا مقام پر پہنچنے کی دعوت دی ہے۔ یہ دعوت توحید ہے جو بذریعہ رسالت دی گئی ہے۔ رسالت میں ولایت اور نبوت دونوں شامل ہیں۔ توحید کا تعلق ولایت سے ہے۔ نبی کی نبوت سے نبی کی ولایت افضل ہوتی ہے۔ ولایت کے معنی دوستی کے ہیں۔ اور دوستی کا منشاء محبت میں ایک پن ہو جاتا ہے۔ طلب اور محبت سے ولی بنتا ہے۔ یہ طلب اور محبت من اللہ ڈالی جاتی ہے۔ جو مطلوب اور محبوب کی طرف رجوع اور شہود کی رغبت دلائی جاتی ہے۔ یہ رسالت اللہ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچانا ہے۔ رسول کے معنی اللہ کا بھیجا ہوا۔ رسول یا نبی کو اللہ کی الوہیت کے پیغام کو دے کر بھیجا گیا۔ رسول ہدایت کی حیثیت سے متوجہ بخلق رہتا ہے اور ولایت کی حیثیت سے متوجہ بحق۔ الوہیت اور رسالت کو تسلیم کر لینے کے بعد عبادت و استعانت دو فرض ہر مسلم پر عائد ہوتے ہیں۔ مسلم اپنے رب سے استعانت طلب کرتا ہے۔ رب کے

معنی پرورش کرنے والا یعنی ہر طرح کی حوائج اور پرورش کے جملہ اسباب کو فراہم کرنے والا۔ چنانچہ والدین کو کَمَا رَبَّیَانِی صَغِیْرًا ؕ پ۱۵ کہہ کر چھوٹے رب اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ وہ اپنے بچوں کی تن پرورش و تن پوشی اور دیگر ضروریات کے فراہم کرنے والے ہوتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ جو رب العالمین ہے آسمانوں سے نازل کرتا ہے اس کو اگر وہ کھینچ لے تو کون ہے جو اس کو فراہم کر سکے۔ اسی طرح ہوا۔ رزق اور دیگر ضروریاتِ زندگی جب تک اللہ تعالیٰ نہ پیدا کرے تو کون ان کو مہیا کر سکتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ایسا رب العالمین ہے جو بلا امتیاز و تخصیص تمام جہاں کے لوگوں کی پرورش کرتا ہے۔ چنانچہ رسالت کے ذریعہ اس کی ربوبیت و عبادت کی دعوت دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلم وغیر مسلم، مومن وغیر مومن سبھوں کے رزق عطا فرماتا ہے لیکن جو اس کی الوہیت اور ربوبیت پر عقیدہ رکھتے ہیں وہ آخرت میں نجات، جنت اور نعمائے جنت پائیں گے۔ لیکن جو اس الوہیت و ربوبیت کا اعتقاد نہیں رکھتے ان کے لئے کُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِیْلًا اِنَّکُمْ مُّجْرِمُوْنَ پ ۲۹ کی وعید ثابت ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ جیل میں قیدیوں کو بھی کھانا کپڑا اور ضروریات کی پابجائی کی جاتی ہے۔ اور آزاد لوگوں کی بھی ضروریات پوری کی جاتی ہیں۔ قید و بند میں رہنے والا سب سے بڑھ کر وہ ملزم یا

مجرم ہوتا ہے جو بغاوت کا ارتکاب کرے۔ اس کی سزا یہ نہیں کہ اسے قتل کر دیا جائے یا حبسِ دوام میں مقید رکھا جائے۔ جس طرح دنیا میں حکومت سے بغاوت کرنے والے ہمیشہ قید و بند اور مصائب میں گرفتار رہتے ہیں۔ اسی طرح دین کے لحاظ سے بغاوت کا ارتکاب کرنے والا کافر، مشرک، منافق اور مرتد ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا انکار کرنے یا اس میں دوسروں کو شریک کرتے یا نہیں تو اس میں شک رکھتے اور مان کر پلٹ جاتے ہیں۔ پس شرک و کفر، نفاق، ارتداد کے مرتکب۔ اللہ تعالیٰ کے باغی ہیں جو کسی طرح قابلِ معافی نہیں ہیں۔ اور ہمیشہ جہنم میں مقید رہیں گے اور ان کا کوئی عمل بھی عند اللہ مقبول نہ ہوگا۔ ایک ملزم ایسا ہوتا ہے کہ جو احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے اس کو گرفتار کر کے سزا اور حکماً جیل یا قید خانہ میں قید کر دیا جاتا ہے یہ تعزیری مجرم کہلاتا ہے جس کی پاداش میں ایک معینہ مدت تک اس کو سزا بھگتنی پڑتی ہے۔ اور آخر کار بعد انقضائے مدت قید و بند سے چھٹکارا پا جاتا ہے لیکن جو حاکم کی ذات سے سرکشی اختیار کرتا ہے اس کی سزا اور قید کا سلسلہ دواماً استمراراً رہتا ہے۔ وہ ناقابلِ معافی یاد گزر ہے بس کافر و مشرک و منافق و مرتد کبھی بھی نجات نہیں پا سکتے۔

ہمارا خیال ہے کہ دنیاوی امور کی شمولیت اور مصروفیت

سے ہم دنیادار کہلائیں یہ خیال غلط ہے۔ دنیادی کاروبار کرتے ہوئے خدا کی ذات اور اس کے احکام کی تعمیل کو پیشِ نظر رکھیں یہ دنیا نہیں بلکہ دین ہو جائے گی۔

تنظیم اسلام

اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۰ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

تنظیم کے معنی بند وبست کرنا مضبوطی کے ساتھ اسلام کی تنظیم معلوم کرنے سے پہلے اس کے معنی سمجھنا ضروری ہے۔

اسلام کے معنی تسلیم کردن، مان لینا (یعنی سالم طور پر اللہ و رسول کو مان لینا) اللہ اور اس کے حکم ماننے اور کھلے طور پر عمل کرنے کا نام اسلام ہے۔ اسلام آتا کیسے ہے؟ یہ اجمال سے آتا ہے جو بصورت کلمہ طیبہ لا الٰہ اِلّا اللہ محمد رسول اللہ پیش کیا گیا ہے یعنی کلمہ پڑھ کر ہر شخص اسلام لا سکتا ہے۔ الوہیت اور ربوبیت کے اقرار سے فرماں بردار مطیع کہلایا جا سکتا ہے۔ کلمہ طیبہ کے دو جز ہیں۔ ایک جز لا الٰہ اِلّا اللہ دوسرا جز محمد رسول اللہ ہے پہلے جز میں الوہیت ہے اور دوسرے جز میں رسالت ہے اللہ محتاج الیہ کو کہتے ہیں اور دوسروں کی حاجت روائی کرتا ہے اور خود بے حاجت رہتا ہے۔ رسول بھیجے گئے کو کہتے ہیں اور وہ بذاتہ محتاج اور حاجت مند ہے اور جو حاجت مند ہوتا ہے وہ عاجز بھی ہوتا ہے

عاجز کی صفت عجز ہے جس کا خریدار اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن دنیا میں اس عاجزی کا کوئی خریدار نہیں اور نہ اس کو کوئی پسند کرتا ہے۔ اسی عاجزی کو خریدنے والے کی الوہیت کی دعوت اسلام میں پیش کی گئی ہے اسلام خدا کی معبودیت اور حاجت روائی کو تسلیم کر لینے اور رسالت پر ایمان لانے سے حاصل ہوتا ہے۔ مسلمان لینے والے کو اور ظاہری عمل کرنے والے کو کہتے ہیں۔ مومن سچ سمجھ کر یقین کر لینے والے کو کہتے ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل اللہ کی الوہیت (خدائی پن یا محتاج الٰہیہ ہونے کا) عقیدہ نہ تھا بلکہ اللہ کی یکتائی اور ربوبیت کے سب قائل تھے۔ رسالت کا منصب بھی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معبودیت اور اس کی باتوں کو مخلوق (بندوں) تک پہنچائے اور اسی وصف الوہیت کو کائنات کی ہر شئے سے بذریعہ "لا" کاٹ کر (نفی کر کے) "الا" کے ذریعے اس کا اثبات اللہ کے لئے کرے۔

لا ینگیبت کائنات آشام جتنے بھی اشیاء کے پرستار ہیں ان کا یہ بنیادی عقیدہ ہے کہ ہم ان چیزوں یا بتوں کی پرستش اس لئے کرتے ہیں کہ اس کے ذریعہ تقربِ الٰہی حاصل ہو۔ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ پ ۲۳۔ لیکن اس طرح کا عقیدہ ہو وحدت خیالی کا فقدان ہے کیونکہ ہر شخص مختلف اشیاء کی پرستش اپنے اپنے طور

پر کرتا ہے۔

پس اس مختلف الخیالی کو اسلام وحدت خیالی سے بو ہلہ خوا دلی بدل دیتا ہے۔ یعنی اللہ کے سوا کسی کو اِلٰہ و معبود اور قابلِ پرستش مت سمجھو۔ یہ عقیدہ بواسطۂ رسالت مل سکتا ہے۔ اس عقیدہ کے جو لوگ قائل ہیں ان میں وحدتِ علمی اور وحدتِ خیالی پائی جاتی ہے۔ اور اس طرح تنظیم عملی اور وحدتِ خیالی صرف دعوتِ اسلام کے مجرد تسلیم سے حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ وحدتِ علمی یا خیالی نتیجتاً اخوت، اتحاد، جوشش،

پس مسلمانوں کو اب بھی غور و تدبر سے کام لینا چاہیئے اور اگر ان کو اپنی اور اپنی قوم کی فلاح مقصود ہے تو آج ہی سے خوفِ خدا اپنے دل میں رکھ کر اللہ و رسول کی ذات اور بات پر کامل یقین لاکر اور اللہ کی ذات پر بھروسہ کر کے نماز و انفاق کی پابندی کرنی چاہیئے

یک جہتی اور ہم خیال ہونے پر منتج ہے جس کے لئے موجودہ اقوام عالم آئے دن مختلف قسم کے پروپیگنڈے اور تجاویز سوچتے رہتے ہیں۔ لہٰذا متحدہ خیالی اور اخوت وغیرہ اسلام کے لاتے ہی مسلم کی گھٹی میں پڑ جاتی ہے۔ ہم خیالی ہونا بھی بڑی نعمت ہے۔ اگر مسلم اللہ تعالیٰ کی

الوہیت اور اس کی ربوبیت پر کامل یقین اور بھروسہ کرے یقیناً اس پر کوئی غیر مسلم قوم کا غلبہ نہ ہوسکے گا۔ کیونکہ اللہ کا وعدہ سچا ہے :

وَلَن يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا ۝ پ۵

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلی ہوئی بات کبھی بند (موقوف) نہیں ہوسکتی گو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹ بند ہیں بلکہ وہ نکلی ہوئی بات جیسی کی ویسی جاری و باقی ہے

یہی کلمہ جان کر جب دل میں بدرجہ یقین بیٹھ جاتا ہے تو اسی کو ایمان کہتے ہیں۔ اس ایمان تفاوات کو اس آیتِ قرآن میں تفصیل مجملاً بیان کر دیا گیا ہے۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ پ۹ یعنی مومن کے لئے اولین عقیدہ اور خیال میں یہ احساس پیدا کرنا چاہیئے کہ جب اللہ تعالیٰ کی ذات کا تذکرہ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے جلال و جبروت کا احساس کرتے ہوئے ان کے دل لرز جائیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آیات (باتیں) پڑھی یا

بیان کی جائیں تو اس کے ایمان میں اور بھی یقین ہو جائے اور ہمیشہ وہ اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھے۔ یہ تینوں علمی اعتبار ہیں جس کا تعلق خیال و عقیدہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خوف سے کبھی مسلم یا مومن کو عدول حکمی یا حکم ٹالنے کی جرأت نہ ہو گی اور عمل میں کوتاہی نہ ہو گی اور اسی طرح اسبابِ دنیاوی کی باتوں اور ان کے سر و سامان پر بھروسہ یا یقین نہ کرے گا۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ کسی کو اپنا مقصود نظر یا نفع یا ضرر دینے والا نہ سمجھ کر پوری طور پر اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھے گا اور اس طرح کسی کا دست نگر یا محتاج نہ رہے گا۔ اور اس کے وقار و خود داری کو ٹھیس نہ لگے گی۔ علاوہ ازیں اس کے اندر یقین محکم اور عمل پیہم کا جذبہ پیدا ہو گا۔ جو دین و دنیا کی زندگی کو کامیاب بنانے کے لئے بہترین ذریعہ ثابت ہوں گے۔ رب پر بھروسہ پیدا ہو کر اسباب پرستی کی طرف سے بے نیازی ہو جائے گی۔ بہرحال وحدتِ خیالی سے یہ تمام حاصل ہو سکتے ہیں۔ چوتھی چیز قیام صلوٰۃ اور پانچویں چیز انفاق ہے۔ ان دونوں شعبوں کا تعلق وحدت عملی سے ہے یعنی اگر سب مسلمان نماز باجماعت کی پابندی اختیار کریں اور ایک ساتھ اپنی اپنی مسجدوں میں نماز کو پابندی سے جماعت کے ساتھ ادا کریں تو غیر قوموں پر اس پنج وقتہ اجتماع کے مظاہرے کی ڈھاک بیٹھ کر خیال

ہوگا کہ مسلم جواب تک خواب گراں میں غفلت کی نیند سو رہے تھے اب یکایک بیدار ہو گئے ہیں۔ اس طرح بلا کسی پروپیگنڈہ اور مظاہرے کے دوسری اقوام پر رعب طاری ہوگا اور پھر کبھی وہ نظر اٹھا کر دیکھنے کی بھی جرأت نہ کریں گے۔

انفاق کا یہ فائدہ ہوگا کہ اگر خدا کی راہ میں ازروئے فرض زکوٰۃ نکالتے رہے تو ساری قوم کی اقتصادی حالت درست ہو سکتی ہے۔ اب بھی جہاں جہاں مسلمان آباد ہیں ان میں ذی ثروت لوگ اس قدر ہیں کہ وہ اگر اپنے اپنے سرمایوں کی زکوٰۃ بالالتزام نکالا کریں تو کروڑوں روپیہ اکٹھا ہو سکتا ہے جس کو غرباء و مساکین اور اہلِ حاجت مسلمانوں کو دیا جا سکتا ہے۔ پھر زکوٰۃ تو وجوب اور فرضیت کا درجہ رکھتی ہے۔ اس کا انفاق تو کسی حال بھی قابلِ معافی نہیں البتہ صدقات، خیرات، سخاوت و ایثار کے طور پر جو انفاق کیا جائے وہ حقیقی معنوں میں انفاق ہوگا اور ایسے انفاق کرنے والے ہی مومنِ حقیقی کے خطاب سے سرفراز ہوتے ہیں۔

ہماری قوم میں موجودہ رسم و رواج نے اس قدر اہمیت اختیار کر لی ہے کہ ہر تقریب چھٹی۔ چھلہ۔ بسم اللہ۔ عقیقہ اور نکاح کے موقع پر منہیات (مثلاً ناچ گانا باجہ گاجا) وغیرہ پر بے دریغ

روپے صرف کر دیتے ہیں۔ اور آتش بازی چھوڑ کر اور بھی دولت کو آگ لگا دیتے ہیں لیکن کسی غریب یا مفلس اور حاجت مند کو ایک پیسہ دینا فعل عبث خیال کرتے ہیں اور وہیں کفایت اور تقابل کا خیال پیدا ہوتا ہے لہٰذا فی زمانہ مسلمانوں کو ان رسومات سے توبہ کرنا چاہیئے بلکہ جو حضرات اس طرح کے رسم ورواج کے عادی ہیں ان سے ترک موالات کریں۔ اسی طرح کھیل تماشے (مثلاً سینما، تھیٹر وغیرہ) کو دیکھنے سے بھی معترز رہنا چاہیئے۔ اس طرح قوم کا جو پیسہ بچے گا وہ اپنی اور اپنی قوم کی ضروریات پر بجا طور پر صرف کیا جا سکتا ہے۔ اس کی صورت ایک یہ ہو سکتی ہے کہ ہر مسلمان اپنی آمدنی سے (۳ پائی / ایک پیسہ) فی روپے ماہانہ کے حساب سے مد انفاق کے تحت ایک مقررہ فنڈ نکال دیا کرے اور محلہ داری اس فنڈ کو بیت المال میں جمع کیا جایا کرے۔ ہر محلہ کا بیت المال علاحدہ علاحدہ رہے جو اس فنڈ کی آمد وخرچ کی نگرانی کا ذمہ دار ہوگا ساتھ ہی ہر محلہ کے مسلمانوں کی صحیح تعداد معلوم کر کے اس میں بیوہ، یتیم، نادار، مسکین، بیمار اور مفلوک الحال کو خاص طور پر چن لیں اور ان کو ماہانہ ایک مقررہ ماہوار دیا کریں اور اگر سالانہ زکوٰۃ جمع ہو جائے تو اس قوم کے بچوں کی تعلیم وتربیت کے لئے ایسے ادارے قائم کریں جہاں پر دینی ودنیوی علوم اور فنون کو سیکھ کر اپنی مستقبل کی زندگی کو سنوارنے

کے قابل ہو سکیں۔

پس مسلمانوں کو اب بھی غور و تدبر سے کام لینا چاہیئے اور اگر ان کو اپنی اور اپنے قوم کی فلاح مقصود ہے تو آج ہی خوفِ خدا اپنے دل میں رکھ کر اللہ و رسول کی ذات اور بات پر کامل یقین لا کر اور اللہ کی ذات پر بھروسہ کر کے نماز و انفاق کی پابندی کرنی چاہیئے تاکہ مومن حقیقی کے خطاب سے سرفراز ہوں اور مدارجِ دین۔ مغفرت اور رزق کریم اپنے رب کے پاس پاویں۔ یہ سب تنظیم علمی و عملی کس کا صدقہ ہے۔ یہ حضور خاتم النبین رحمت للعالمین کا طفیل ہے کہ انہوں نے ہم کو ایسا صراطِ مستقیم دکھایا جس پر چل کر ہم کو کبھی بھی نقصان نہیں ہو سکتا۔

مرحبا اے ساقیٔ کوثر بیا ؏ دو جہاں قربان تیرے ایک جام پر
بر تو از ہر دو جہاں صلی علیٰ ؏ صدقے سو جبرئیل تیرے نام پر

ارشادات

قرآن کے مضامین کا لبِّ لباب۔ عقائد[۱]۔ دقائق[۲]۔ حقائق[۳]۔ معارف[۴] ہیں اس کے دو عنوان ہیں۔ کتاب دین۔ حکمت (نعمت) کتاب میں عقائد و احکام کی تفصیل شامل ہے۔

دین میں توحید، رسالت، ولایت، ایمان، عمل اور سزا و جزا،

شامل ہیں . عقائد کی تفصیل آیتہ الکرسی کے معانی و مطالب سے معلوم ہوتی ہے .

احکام کی تفصیل صیام، صلوٰۃ، ایتائے زکوٰۃ، حج بیت اللہ حرام وجائز و ناجائز پر مشتمل ہے۔

دقائق میں احاطت قرب و معیت کے آیات شامل ہیں اس میں امتیاز حق بلا انقلاب حقیقت شامل ہیں۔

حقائق۔ آیت ہوئیت۔ اس کا استحضار بغیر ارشاد کے نہیں ہوتا .

معارف۔ جس کو دقائق کے بعد سمجھنا معارف کا شعبہ پہچان لیتا ہے .

سالک کے نیچے گرنے کی وجہ (۱) عدم ربطِ شیخ (۲) عدم استحضار سلوک (۳) عدم واقفیت و ملحوظیت اصطلاح (۴) عدم تربیت شیخ۔

(۵) بزرگوں کی اہانت

فرض۔ لزوم گردانا . واجب جاننا (۱) تذکر (۲) تدبر (۳) تفکر (۴) تحضر اور عمل کرنا

عرفناک حق معرفتک میں کمال انکسار ہے اور اعتراف جہل و انکسار ہے اس سے معرفت کی نفی مقصود نہیں بلکہ حق معرفت کی نفی ہے . اگر معرفت کی نفی ہوتی تو دین اور اس کے سب اعتبارات ناقص رہتے .

نعت شریف

کلامِ غوثویؒ
المتخلص بہ ساجد

اے صلّی علیٰ سبحان اللہ، کیا کہئیے مجھے کیا یاد آیا
دل بیٹھے ہی بیٹھے جھوم گیا کیا کہئیے مجھے کیا یاد آیا

آنکھوں میں چمک سانسوں میں مہک اک آگ سی انگڑائی کی لچک
بڑھتی ہی گئی سینے میں لہک، کیا کہئیے مجھے کیا یاد آیا

لہجاتی ہوئی ہر سمت گھٹا لہراتی ہوئی کاکل کی فضا
ایسے میں سنکتی مست ہوا، کیا کہئیے مجھے کیا یاد آیا

ہر گام پہ لغزش راہوں میں، الجھا ہوا دامن کانٹوں میں
بکھری ہوئی نظریں راہوں میں، کیا کہئیے مجھے کیا یاد آیا

یوں آیا تصور آنکھوں میں، مچلا ہوا کوئی جوں باہوں میں
تھا سلسلہ سا بھر آہوں میں، کیا کہئیے مجھے کیا یاد آیا

کیا بات کہوں رخساروں کی، کیا ہستی ہے گلزاروں کی
چھاؤں میں پیارے تاروں کی، کیا کہئیے مجھے کیا یاد آیا

تنہائی اندھیری راتوں میں، ہم سو نہ سکے برساتوں میں
دل ہی دل کی باتوں میں، کیا کہئیے مجھے کیا یاد آیا

آستانۂ رسولؐ

زبدۃ العرفان مولانا صحوی شاہ صاحبؒ
سجادہ نشین سلسلہ غوثیہ و کمالیہ

ترے آستانۂ پاک کا کچھ عجیب جلوۂ عام ہے
کوئی دل سے سر بہ سجود ہے کوئی جاں سے محوِ قیام ہے

کبھی حق سے راز و نیاز ہے کبھی حوریں عرض نیاز میں
اُتر آرہے ہیں ملک فلک سے غرض درود و سلام ہے

جو ہے خانہ زاد کرم ترا، وہی بندہ ازلی ہوا
تری بارگہہ بھی عجیب ہے وہی شاہ ہے جو غلام ہے

تری رحمتیں و شفقتیں ہیں حدودِ فکر سے ماورٰی
ترے گھر کا لطف کبھی خاص ہے ترے در کا فیض بھی عام ہے

کہیں چھپ گیا ہے ایاز بھی جو لباس بندہ نواز میں
وہ تری ہی خلوتِ ناز ہے وہ تری ہی جلوتِ عام ہے

کوئی کر سکے گا بیاں کیا جو ترا عروج و نزول ہے
کبھی عرش پر کبھی فرش پر ترے نقشِ پا کا خرام ہے

ترے زلف و رخ کی کہاوتوں کی ہے شرح سورۂ والضحٰی
کہ یہی وہ مصحفِ پاک ہے جو خدا کا خاص کلام ہے

جو نکل گیا اسی دھن میں ہے کہ پہنچ کر در پہ ہی سانس لے
وہ مسافرِ رہِ شوق ہے اُسے صبح ہے نہ ہی شام ہے

درِ قلب باز ہے اس لئے کہ کبھی تو ہوگا گزر ادھر
ترے راستے میں بچھی ہوئی مری آنکھ عرش مقام ہے

کبھی اس پہ چشم کرم تو ہو کبھی اس کے حال پہ رحم ہو
جسے صحوی کہتے ہیں لوگ سب وہ ترا ہی ادنی غلام ہے

ہماری مطبوعات

- مواعظِ غوثی رح۔ تقاریر از حضرت غوثی شاہ رح
- کلمۂ طیبہ۔ حضرت غوثی شاہ صاحب رح
- مقصد بیعت۔ حضرت غوثی شاہ صاحب رح
- طیباتِ غوثی۔ حضرت غوثی شاہ رح
- کنز مکتوم۔ حضرت غوثی شاہ صاحب رح
- کتاب مبین (سورۂ بقر) حضرت صحوی شاہ صاحب رح
- اشاراتِ سلوک حضرت صحوی شاہ رح
- تشریحی ترجمہ قرآن (الم تا والناس) حضرت صحوی شاہ صاحب رح
- ردِ منافقت حضرت صحوی شاہ صاحب رح
- تقدیسِ شعر۔ حضرت صحوی شاہ صاحب رح
- منظوم ترجمہ (الم تا والناس) حضرت صحوی شاہ صاحب رح
- کلماتِ کمالیہ۔ حضرت شاہ کمال اللہ رح

مطبوعاتِ غوثویہ

- رازِ شریعت۔ مولانا غوثوی شاہ صاحب مدظلہ
- معیت محمدی ﷺ مولانا غوثوی شاہ مدظلہ
- کشف الآیات۔ مولانا غوثوی شاہ صاحب مدظلہ
- کشف الاعداد۔ مولانا غوثوی شاہ مدظلہ
- فضائلِ کلمہ طیبہ۔ مولانا غوثوی شاہ صاحب مدظلہ
- شجرۂ طیبہ۔ مولانا غوثوی شاہ مدظلہ
- تذکرہ نعمان رض۔ مولانا غوثوی شاہ صاحب مدظلہ
- انا الحق۔ مولانا غوثوی شاہ مدظلہ
- کلیاتِ روشن۔ مولانا خواجہ عظیم الدین صاحب روشن

ناشر: ادارۂ النور، بیت النور، چنچل گوڑہ حیدرآباد ۲۴۔